نمبر ۱۷ | دار الامان قادیان مورخہ ۲۴ مئی سنہ ۱۹۰۱ء | جلد ۵

مدرسہ تعلیم الاسلام کو سوقت خصوصاً کیا ضرورۃ درپیش ہے

ہمارے مقامی اخبارات میں شائع ہو چکا اور قوم پڑھ چکی ہے کہ ہمارے مدرسہ کو انسپکٹر نے دیکھا اور رپورٹ بک میں لکھا کہ وہ اگست کے مہینہ میں ایک دفعہ پھر ملاحظہ کرینگے اور بعض نقصوں کی تلافی ہو جانیکے بعد جو رپورٹ بک میں انکی طرف سے لکھی گئی ہیں مدرسہ کی منظوری کے مسئلہ پر غور کرینگے۔ من جملہ ان نقصوں کے جو صاحب انسپکٹر نے مدرسے کے متعلق لکھے ان کی تلافی پر زور دیا ہے بینچوں کا زیادہ کرنا ہے اور یہ کہ ہر ایک استاد کے آگے ایک میز اور کرسی ہونی چاہیے۔

وقت بہت تھوڑا اور کام بہت ہے اور کام بھی درحقیقت تھوڑا ہے اگر قوم کیطرف سے کافی مدد جلد مل جاوے۔ اور قابل غور امر ہے کہ اگر مدد میں یا جلدی مدد کرنے میں ہیل انگاری کی جاوے تو کس قدر ضرر کا احتمال ہے۔ سردست **پانسو روپے** کی ضرورت ہے اور یہ رقم مٹی اور **زندہ قوم** کی بلند ہمت

اور دوست حوصلہ کے نزدیک کچھ بھی نہیں۔ اگر ایسا ہو کہ **سیالکوٹ** کی جماعت ایک سو اور **لاہور** کی جماعت ایک سو اور **کپورتھلہ** کی جماعت کم از کم پچاس اور **گوجرانوالہ** کی جماعت پچاس اور **حیدرآباد** دکن کی جماعت ایک سو بہم پہنچا ئیں اور اسی طرح دوسرے **شہروں** کی جماعت اپنی **استطاعت** کے موافق رقوم اکٹھی کریں تو بہت جلد عمدہ طور سے کام ہو جاتا ہے

امید ہے کہ ہمارے مکرم معظم **دوست** اور خدا تعالیٰ کے **انعامات** خاصہ کے **مورد** احباب جن کے اسمائے گرامی ذیل میں ثبت ہوتے ہیں **خصوصاً** اسطرف توجہ مبذول فرمائیں گے۔ اور بہت جلد اپنی عالی ہمتی کا ثبوت دینگے۔

شیخ **رحمت اللہ** ۔ منشی **تاج الدین** صاحب ۔ سید **محمد حسین** صاحب اسسٹنٹ سرجن ۔ **مرزا یعقوب بیگ** صاحب اسسٹنٹ سرجن ۔ حکیم **محمد حسین** صاحب قریشی ۔ شیخ **نور محمد** صاحب حکیم مالک کارخانہ ہمدم صحت ۔ منشی **محمد نواب خان** صاحب تحصیلدار گجرات ۔ خواجہ **جمال الدین** صاحب ڈائرکٹر مدارس جموں خصوصاً ۔ منشی **عبد العزیز** صاحب ماسٹر ٹیلر میر ٹھ **محمد اسمٰعیل** صاحب ماسٹر ٹیلر میرٹھ ۔ شیخ **عطا محمد** صاحب سب اوورسیر ایبٹ آباد ہزارہ شیخ **نور احمد** صاحب پلیڈر ایبٹ آباد ہزارہ

منشی **عزیز بخش** صاحب ریکارڈ کیپر ڈیرہ غازیخان ۔ بابو **غلام محمد** صاحب فورمین گلگت بابو **غلام احمد** صاحب انسپکٹر ڈاکخانہ جات گلگت۔

اگر یہ بزرگ نامور ہمت معقول رقمیں عنایت کرینگے تو امید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ گدائی کا دامن زیادہ پھیلانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ امید ہے کہ بہت سے اہل دل دوست جن کے اسماء اختصار کے لحاظ سے قلم بند نہیں ہو سکے خدا تعالیٰ کی راہ میں قدم اٹھانے سے کوتاہی نہیں کرینگے۔

المعلن خاکسار عبد الکریم از قادیان

۱۰ مئی ۱۹۰۱ء

اظہار ارادت

ذیل میں ہم **منشی محمد خان** صاحب مرحوم افسر بگی خانہ کپورتھلہ کی ایک نظم درج کرتے ہیں جو ان کے کاغذات سے نکلی اس نظم کو شعر کی حیثیت سے درج نہیں کیا جاتا بلکہ ان کے حسن ارادت کے اظہار کے لیے۔

امید ہے کہ ہمارے ناظرین اسکو دلچسپی سے پڑھیں گے۔ (ایڈیٹر)

الٰہی سب کے مقصد برآئیں
یہ ہادی و شفیع المذنبین ہے
ہزاروں معجزے کر کے دکھائیں
جہاں روشن کیا پرواسطے اک
نشان دین کا دو ورکیا
زہی شکل و شمائل کیا بیان ہو
کہیں محمد مثل پیدا بنایا
سنا ہو حضرت یوسف حسین تھا
ولیکن تو تو مثل مصطفیٰ ہے
ترا دیدہ و یوسف را شنیدہ
دکھایا زور وہ تیرے قلم نے
فصاحت ما تحت تیری دستی کر
سلاست کو نشانہ ترے بیان میں
تری امداد یاں اللہ ذکر کی
تو آیا ہے سبین انتظاری
زمین دل پڑی تھی جو کہ ماری
بچا جائے یہ تیرے دعا کی

الٰہی اُنکی پوری ہوں مرادیں
یہ بیشک رحمۃ للعالمین ہے
بلاشک یہی راہیں بتائیں
وہی مہدی تم مہر منور ہے
جہاں سے نام تک بھی مٹ گیا تھا
بیاں ہو کر محمد کی زباں ہو
کہیں بالکل ہی اپنا سا بنایا
مگر مثل محمد وہ نہیں ہے
محمد خود ہی گویا آ گیا ہے
شنیدہ کے بود مانند دیدہ
جھکا و سر عرب نے اور عجم نے
بلاغت ست ہو جو جھوٹی کی
گواہ اسپر زمین و آسماں ہیں
رسول پاک نے تیری خبر دی
دو نکو تک ہے ہماری بیقراری
تو آیا مثل باران بہاری
ہو ابر باد جسکو بدعا ری

دعا ہے کیا تری حکم خدا ہے
نہیں ہے بد دعا تیر قضا ہے

ضروری اطلاع

خریداران الحکم اپنا فرض سمجھیں کہ خط و کتابت کرتے وقت اپنا نمبر خریداری ضرور دیا کریں۔ ورنہ تعمیل ارشاد نہ ہو سکیگی اور مطلع اسکا جواب وہ نہ ہوگا۔ کیونکہ خدا کے فضل سے تعداد خریداران ترقی پر ہے ضروری خیال ہے۔ (منیجر)

موجودہ اہل اسلام کی روحانی حالت

نمبر (۳)

تیسرا دشمن آریہ سماج ہے

ہندو جن کو ابتدا سے مسلمان فاتح ہند ہونے سے ایک طرح کی نفرت و عداوت مسلمانوں سے تھی مسلمانوں کو جون (نفس پرست) برشٹ (تباہ شدہ) ملیچھ (ناپاک و نجس) وغیرہ کے نام سے پکارتے تھے۔ لیکن چونکہ مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کیا اور حسن سلوک سے پیش آتے رہے اور ہندوستان میں بس گئے اور آٹھ سو برس تک ایک ساتھ رہنا ہوا بہت کچھ نفرت و عداوت کم ہوگئی تھی۔ لیکن انگریزی تعلیم نے اُس پرانی عداوت کو پھر شور سے اُبھارا ہے۔ انگریزی مورخوں نے اس خیال سے کہ ہندوستان ایسے دور دراز ملک میں قیام سلطنت انگلشیہ اسی پر ہے کہ اس ملک کی دو بڑی قومیں یعنے ہندو مسلمان میں میل و اتفاق نہ ہو اس طور سے تاریخ ہند تصنیف کی کہ مسلمان بادشاہوں کے حسن سلوک کا تذکرہ بہت کم کیا۔ لیکن مسلمانوں کے ظالم بادشاہوں کے ظلم کو ایسی آب و تاب سے لکھا کہ اس کے پڑھنے کے شروع سے ہندوؤں کے بچوں کے دلوں میں مسلمانوں سے سخت عداوت پیدا ہو جاتی ہے خدا کی پناہ یہ آگ اب بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے اور چند موذی طبع مفسد فطرت ہندو ایڈیٹران اخبار نہایت زور شور سے اس آگ کو دھونک رہے ہیں خدا جانے اس کا آخری نتیجہ کیا ہوگا۔ مسلمانوں سے عداوت و دشمنی کے رنگ میں رنگا ہوا ایک شخص پنڈت دیانند سرسوتی نے آریہ سماج کی بنیاد ڈالی۔ یہ فرقہ اب روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ اپنے بانی مذہب کے تعلیمی اثر اور انگریزی تعلیم کے اثر سے خوب رنگین ہوکر آریہ سماج والے بھی اہل اسلام کے سخت دشمن ہوگئے ہیں ان کی کتابیں جو مسلمانوں کے خلاف چھپی ہیں اُن میں دلائل عقلی سے اسلام کا مقابلہ بہت کم کیا گیا ہے۔ لیکن گالیوں کی بڑی بھرمار ہے۔ اس فرقہ کا پنجاب میں بہت زور شور ہے۔ لیکن اگر کوئی ناواقف مسلمان انکی کتابوں کو پڑھ جائے تو ایمان کو کمزور کرنے میں شیطانی وسوسہ پیدا کرنے کیلئے یہی کافی ہیں۔

چوتھا دشمن برہمو سماج ہے

اس جدید مذہب کا بانی راجہ رام موہن رائے ہے۔ یہ راجہ نہایت ذہین اور ہوشیار شخص ہندوستان میں گذرا ہے۔ ملک بنگالہ کو اس شخص کے وجود پر فخر ہے۔ اس شخص میں تحقیقات مذہبی کا بڑا شوق تھا۔ اس نے علم فارسی و عربی کو خوب اچھی طرح حاصل کیا۔ دین اسلام سے پورا واقف ہوگیا۔ اپنی باریک بین نظر سے اس قابل شخص نے دیکھ لیا تھا کہ انگریزی تعلیم و یورپین علوم کے آگے ہندو مذہب قایم نہیں رہ سکتا۔ ہندوؤں کو جو مسلمانوں سے نفرت و عداوت ہے وہ دین اسلام کو قبول کرنے سے مانع ہے۔ پس اس نے دین اسلام اور ہندوؤں کے وید دھرم سے ملاکر ایک نیا مذہب قایم کیا جسکا نام برہمو سماج رکھا۔ اس سماج میں آگے چلکر ایک شخص داخل ہوا جس نے اپنی پرجوش تقریر و تحریر سے ملک میں ایک ہل چل مچا دی۔ اس شخص کا نام بابو کیشب چندر سین تھا۔ اس نوجوان نے اپنی زیرکی سے دیکھ لیا کہ ہندو مذہب کا جوڑ ٹھیک نہیں ہے پس جس مذہب کو اس نے رواج دیا وہ یورپین فلسفہ اور دین اسلام کا جوڑ ہے یعنی یوں سمجھو کہ دین اسلام کو گویا باپ قرار دیں اور فلسفہ یورپ کو ماں تو ان دونوں کے توسّل سے جو یورپین بچہ پیدا ہوا اسکا نام ہے برہمو سماج۔ اس وقت سارے ہندوستان میں چار ہزار برہمو سماج کے ممبران ہونگے۔ بابو کیشب چندر سین ایک نہایت پاک طینت اور محقق شخص گذرا ہے۔ اگر اس بندہ خدا کو کسی کامل مسلمان کی صحبت نصیب ہوتی تو بہت ہی اعلےٰ درجے کا دیندار مسلمان اور ولی اللہ ہوتا۔ برہمو سماج والوں کو دماغ میں یہ کیڑا پیدا ہوا ہے کہ سارے جہان میں آخری مذہب برہمو سماج ہی ہوگا اس لئے یہ اپنے مذہبی عقاید کو مسلمانوں میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ بہتیرے وہ مسلمان نوجوان جو دین اسلام کی اعلےٰ درجہ کی خوبیوں سے ناواقف ہیں اُن کے فریب میں آجاتے ہیں اسوقت جہانتک میرا علم ہے تیس چالیس نوجوان مسلمان برہمو سماج میں یا تو داخل ہوگئے ہیں یا اگر داخل نہیں ہیں تو دل کو داخل ہیں۔ برہمو سماج والے اسلام ہی کی اتفاق سے کچھ ایسا مجبور ہیں کہ ان کی بہت باتیں بالکل اسلامی معلوم ہوتی ہیں۔ اس لئے اس دشمن سے لوگوں کو چنداں خوف نہیں ہے۔

پانچواں دشمن جو قلعہ کے اندر تشریف رکھنا چاہتا ہے نیچری مذہب ہے

اس کے بانی سرسید احمد خان کے۔ سی۔ ایس۔ آئی ہیں۔ سید احمد خان کی تصانیف کو دیکھ کر سید صاحب کے لکچروں کو سنکر۔ سید صاحب سے خود بحث کرکے جو کچھ مجھکو اس مذہب جدید کے بارے میں معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ سید صاحب پر یورپ کے فلسفے کا خوب گہرا اثر ہوا ہے۔ اُن کی روح اس فلسفہ جدید کو پوجتی ہے۔ سید صاحب کی سمجھ میں یہ بات ٹھیک ہوگئی ہے کہ نہ صرف اسلام بلکہ ہر دین و مذہب انسانی ترقی کا حارج ہے بس اس کو مٹانا چاہئے لیکن یکبارگی چونکہ اسلام پر حملہ کرنے سے کچھ اثر نہ ہوگا اس لئے آہستہ آہستہ اسلام کی ایک ایک اینٹ کو اکھاڑنا چاہی اپنے زعم میں بہت کچھ اکھاڑ کر چلے اب تھوڑی کسر باقی رہ گئی ہے بہت کچھ ہمت کرکے کیے جاتے ہیں۔ تہذیب الاخلاق میں یہاں تک کہ گئے کہ شکر خدا ہی مسلمان ہے لیکن پھر بھی خوف معلوم ہوتا ہے۔ لا اله الا الله محمد رسول الله بھی کہتے جاتے ہیں۔

سید احمد خان کو اس خاکسار کے ساتھ پرلے درجے کی نفرت و عداوت ہے وہ دیکھتے ہیں کہ یہ ناچیز انگریزی جانتا ہے اسپیچ بھی کر لیتا ہے۔ اسپیچ و لکچر اسکا اثر دار ہوتا ہے اس کا انگریزی لکچر اس درجہ اور رتبہ کا ہوتا ہے کہ ایک بار گورنر مدراس بھی شریک ہوکر صدر جلسہ ہوئے۔ ایسے انگریزی دان کا طلبہ پر ضرور اثر ہوگا پھر افسوس یہ ہے کہ یہ کم بخت ناشدنی خدا و رسول صلعم کی محبت ہی کا وعظ کہتا ہے پھر لوگوں کو دوزخ بہشت کو جال میں پھنسانا چاہتا ہے پھر یہ چاہتا ہو کہ مغربی فلسفے کی روشنی سے دماغ منور ہونے کو بعد بھی مسلمانوں کے نوجوان ایسے "غیر مہذب" ہو جائیں کہ لگیں اشعار بھی کرنے اور خدا کے پاس رونے میں پکار پکار کر۔ سید صاحب سے کہتا ہی رہا کہ میں آپکے پیارے کالج کا دوست ہوں لیکن سید صاحب نے اس خاکسار کو باوجود با ضابطہ ممبر ہونے کے بھی کانفرنس کے جلسے میں تقریر کرنے سے نہایت غیر موزوں طور پر روکدیا۔ یہ واقعہ ۲۸ دسمبر سنہ ۱۸۹۴ء الہ آباد کے کانفرنس میں ہوا۔

کچھ مجھ کو دیکھ کے ساقی کہ یہ حواس گئے
شراب سیخ پہ ڈالی کباب بوتل میں

میری پگڑی اور جبہ وغیرہ "وحشیانہ اور غیر مہذب لباس" کو دیکھکر سید صاحب کی گھبراہٹ اور بدحواسی قابل یادگار تھی سنہ ۹۵ء کے ایجوکیشنل کانفرنس میں مجھکو ایک دوست کی خاطر بیچارہ بنکر شریک ہونا ہی پڑا۔ چاہا کہ کانفرنس میں زبان بند رکھوں لیکن مدرسۃ العلوم علیگڈھ کی مسجد میں کانفرنس کے علاوہ وقت میں وعظ کروں لیکن سید صاحب کو جو یہ خبر پہنچی تو سانس اوپر نیچے آنے لگا مارے خوف کے بد حواس ہوگئے کہ اس شخص نے وعظ کہا اور نیچری طلبہ ٹوٹ پڑیں۔ فوراً مجھ پر حکم صادر ہوا کہ خبردار وعظ نہ کہنا۔ میں نے خیال کیا کہ اگر خدا کی مسجد سے روکنے والا کون ہے۔ اس خیال کو میں نے پکار کر کہدیا چند نیچری صاحبان خصوصاً چند عاشقان علی سید نہایت برافروختہ ہوئے بلکہ میاں برکت علی خانصاحب سکرٹری انجمن اسلامیہ لاہور لپک کر میری طرف بڑھے اگر دو ایک بھلے مانس بیچ بچاؤ نہ کرتے تو وہ مجھ پر ضرور ہاتھ چھوڑتے۔ یہ غیظ و غضب کیوں۔ صرف اس لئے کہ میں خدا کی مسجد میں خدا و رسول کے فرمودہ کا بیان کرنا چاہتا تھا۔

اے خدا میری قوم کی روحانی تباہی کس درجے کو پہونچ گئی ہے۔

اے پیارے ناظرین ذرا سوچو اور غور کرو سید صاحب کے عزت اور رتبے کا آدمی اس غریب فقیر سے اسقدر کیوں ڈرتا ہے سید صاحب کے ایسا آزادی کا دم بھرنے والا کیوں اس عاجز اسلامی واعظ کے مونہہ میں لگام چڑھانا چاہتا ہے۔ سید صاحب ہیں روپے والے میں ہوں نہایت ہی مفلس و غریب۔ سید صاحب ہیں اہل زبان اور میں ہوں بنگالی۔ سید صاحب کو ہے عربی فارسی میں عمدہ لیاقت اور میں ہوں امی محض۔ سید صاحب ہیں نامی فلاسفر اور میں ہوں ایک نہایت معمولی سمجھ کا آدمی پھر کس چیز کا یہ خوف ہے میں سچ کہتا ہوں یاد رکھو

ہیبت حق است این از خلق نیست
ہیبت این مرد صاحب دلق نیست۔

آج سید صاحب اللہ کی طرف سچا رجوع کرلیں تو واللہ وہ مجھ کو بہت پیار کرنے لگیں وہ مجھ سے منتیں کریں کہ تو ضرور ایک دو ماہ کالج میں رہ کر محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کے طالبعلموں کو دینی لکچر انگریزی و اردو میں سنایا کر۔ اے خدا تو سید صاحب کو بھی توبہ نصیب کر۔

اس نیچری مذہب سے بھی اسلام کو سخت صدمہ پہونچا ہے۔ سیکڑوں نوجوان اس جدید مذہب کے رنگ میں رنگین ہوکر اسلام سے دور جا پڑے ہیں۔ نہ اللہ کی عظمت ان کے دل میں رہی نہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت۔ نماز روزہ سے بالکل ناآشنا اس دنیا کے کیڑے اور انگریزوں کے صرف نقال بن گئے۔ خدا رحم کرے۔

ہم اور ہمارے ناظرین

غالباً ہمارے ناظرین اب اس سرکلر لیٹر کو بخوبی واقف ہو چکے ہیں جو ہم نے اولاً دو سو خاص آدمیوں کے نام بذریعہ ڈاک کھلی چٹھی کے طور پر روانہ کی تھی اور بعد میں اس خیال سے کہ الحکم کے کل ناظرین کو بھی اس کا علم ہو جاوے ہم نے اسے الحکم میں چھاپ دیا تھا۔ اس چٹھی کا نتیجہ ۱۰ مئی کے الحکم میں چھپ جانا چاہئے تھا لیکن افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ ہم اس کے نتیجہ کو شائع کرنے کے قابل ہی نہیں ہوئے تاہم ۱۸ مئی سنہ ۱۹۰۶ء تک جس قدر خطوط اس کے متعلق ہمیں پہونچے ہم ان کے خلاصہ ذیل میں دینا ضروری سمجھتے ہیں اور ساتھ ہی یہ عرض کرنا بھی اپنا فرض جانتے ہیں کہ ابھی تک ہم اس تحریک میں محض **ناکام** ہیں آئندہ کی خبر نہیں کہ یہ تحریک اپنا کوئی مناسب اثر پیدا کرے۔

الحکم کا تعلق اگر صرف ایڈیٹر ہی کی ذات سے ہو اور قوم کو اس کے قیام و بقا کی کوئی حاجت نہیں تو کہئے اور صاف الفاظ میں اس امر کو پیش کرنا چاہئے اور اگر موجودہ ایڈیٹر یا مالک اس کے چلانے کی قابلیت نہیں رکھتا تو اسباب کہئے کی بھی کوئی پروا نہیں کرنی چاہئے جو جماعت جس کا آرگن الحکم کہلاتا ہے آخرین منہم کی مصداق جماعت ہے اس لئے اس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سی عالی حوصلگی ۔ آزادی رائے ۔ مداہنت اور خوشامد سے نفرت کا ہونا ضروری ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ امور ترقی کر رہے ہیں انشاء اللہ العزیز اس لئے جو لوگ **اہل الرائے** ہیں اون کا فرض ہے کہ وہ اس سوال کو پوری دیانتداری اور **خدا ترسی** کو مد نظر رکھ کر الحکم کے کالموں میں چھیڑیں اور اس پر بحث کریں ۔ اسباب کی کچھ بھی پروا نہیں ہونی چاہئے کہ اس پر مخالفین کو نکتہ چینی کا موقعہ ملیگا کیونکہ اس سے پہلے مخالف تمہاری کس بات پر نکتہ چینی نہیں کرتے ۔ ناداں نکتہ چین کی پروا ایک اخلاص مند مومن نہیں کر سکتا ۔ ہم اپنی قومی اور موجودہ اغراض پر بحث کرنے کیلئے اخبار کے سوا کونسا موقع رکھتے ہیں پھر ہمیں اپنی حالت کے اظہار کیلئے کیوں منت کش کرنی چاہئے۔

یہ خاموشی اور زبان بندی اچھے نتائج پیدا نہیں کر سکتی ۔ ہم قوم کی توجہ یا عدم توجہ کو الحکم کے لئے اسباب کا تعلق اس کی پایندگی اور موت کا سوال سمجھتے ہیں ۔ اور ایک **قومی آرگن** کا بھی جو قریباً آٹھ سال سے اپنی حیثیت و ہمت کے موافق خدمت قوم میں معروف رہا ہے) اپنے قیام و بقا کیلئے مالی مشکلات سے محفوظ نہ ہو جانا قوم کی عالی ہمتی اور فیاضی پر بڑا ہی حال نکتہ چینی کا موقع دیتا ہے پھر قوم بھی کوئی معمولی قوم نہیں وہ **قوم** جو انبیاء و رسل کی سیرۃ اور نقش قدم پر چلنے والی ہے جنہیں خدا تعالیٰ نے کا برگزیدہ موجود ہے۔ وہ **قوم** جس میں **شکر گزاری** اور احسانمندی کی روح **نفخ** ہو رہی ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ ہمارے بعض احباب ہمیں **قوم** کا شکوہ کرنیوالا ٹھہرائیں گے **قوم** کو بدنام کرنیوالا کہیں گے لیکن اگر قومی کمزوریوں پر اطلاع دینا قوم کو بدنام کرنا ہے اگر قوم کو اس کی ضرورتوں سے مطلع کرنا **شکوہ** قوم ہے تو یہ ہونے دو۔ ہم اس بات کو برداشت نہیں کر سکتے کہ ان ضرورتوں کو جو ہمیں اس **خدمت** کی راہ میں پیش آتی ہیں پیش نہ کریں۔

اور **قوم** خود ہمیں بتائے کہ اگر ہم **قوم** کے سامنے اپنا دکھڑا نہ روئیں تو پھر کیا غیروں کے پاس روئیں؟ ہم جانتے ہیں کہ اگر ہماری یہ مشکلات قومی مشکلات نہیں تو کوئی نہ کوئی اہل دل اور اہل درد ان کو محسوس کریگا اور اللہ تعالیٰ خود قوم کے دل میں القا کریگا۔ بہت دنوں تک ہم صبر کئے بیٹھے رہے لیکن اب ہم صبر نہیں کر سکتے ہم میں برداشت کی طاقت نہیں رہی ہماری مالی مشکلات روز افزوں ہیں اور اس کی وجوہات میں سے ایک زبردست وجہ یہ ہے کہ **بقایا داروں** کی مہربانی ہے جس کی ایک فہرست ہم اس ہفتہ کے الحکم میں دیتے ہیں۔ ہم نے نہایت نرم الفاظ میں ان عالی ہمت بزرگوں سے تقاضے کئے خطوط لکھے اور وی پی بھیجے مگر اون کے دل نہ پسیجے۔ اس لئے صرف یہی نہیں ہوا کہ ہم اون کی **بقایا** کی وجہ سے زیر بار ہوئے بلکہ تقاضے کے خطوط اور وی پی کی واپسی نے اس زیر باری کو اور بھی بڑھا دیا۔ پھر ہم قوم سے ذیل ذکر میں تو کس سے کریں اس لئے ہم اس سوال کو نہیں چھوڑیں گے اور

دست از طلب ندارم تا کام من برآید
یا جان رسد بجاناں یا جان ز تن برآید

پر عمل کریں گے۔ یا **قوم** الحکم کی مالی مشکلات میں اس کی دستگیری کرے۔ اور اسے اپنا **قومی** اخبار سمجھ کے اس کی ضرورتوں کو اپنی ضرورتیں سمجھے یا اس امر کا فیصلہ کر دے کہ وہ اس کی **ضرورت** کو قومی ضرورت نہیں سمجھتی۔ اب ہم ذیل میں اس چٹھی کے متعلق آمدہ **خطوط کا خلاصہ** درج کرتے ہیں اور ساتھ ہی ان بزرگوں سے معافی چاہتے ہیں جنکو نام بقایا داروں کی فہرست میں ہم دوسری جلد درج کریں گے۔ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ متعدد مرتبہ ان سے تقاضا کیا گیا وی پی بھیجے گئے لیکن انہوں نے پروا نہیں کی ہم نہیں کہتے کہ اون کی سہل انگاری سے ایڈیٹر یا الحکم کو مشکلات میں نہیں پڑنا بلکہ انہوں نے **اخلاقی اور قومی** خطا کی ہے۔ ہمارے حساب کے موافق جو ان کے ذمہ واجب الادا ہے ہم نے دیر کر دیا ہے اور ہم نے اس سے پہلے صاف طور پر اعلان کر دیا تھا کہ جو صاحب ہمیں اپنے حساب کی اطلاع دینگے اون کو مطبع کے اندراجات تسلیم کرنے پڑیں گے۔ لیکن اس پر بھی اگر وہ اپنے حساب میں کوئی غلطی دیکھیں تو اس کے مطابق خط و کتابت کر کے تصفیہ کر لیں۔ لیکن ان کا فرض ہو گا کہ جوابی کارڈ بھیجیں۔ اب ہم اپنی قوم کے پاس ان بقایا داروں کے لئے داد خواہ ہیں جو صاحب کسی سے وصول کرا سکتے ہوں وہ اس کار خیر میں ہکو مدد دیں۔

خطوط کا خلاصہ

۱- چودہری رستم علی صاحب رقمطراز ہیں "میں آپ کی ان تحریکوں کے خلاف ہوں۔ اگر آپ چاہیں تو میں ایک مضمون لکھ کر بھیجدوں آپ اسے اخبار میں شائع کر دیں اور عام خریداروں سے اسکا جواب لیا جاوے اور پھر کثرت رائے پر عمل کیا جاوے جو طریق آپ نے پیش کیا ہے مجھے بالکل پسند نہیں اس واسطے میں جو کچھ خود پسند نہیں کرتا اس واسطے دوسرے کو کیسے تحریک کروں"

ایڈیٹر۔ آپ شوق سے کہئے میں بھی تو چاہتا ہوں کہ **عام رائے** کا مذاق قوم میں پیدا ہو اور قومی معاملات پر غور کرنے کی عادت نشوونما پاوے۔

۲- ڈاکٹر سید ستار شاہ صاحب لکھتے ہیں "انشاء اللہ تعالیٰ اس سال کے ختم ہونے پر اخبار کی قیمت حسب تحریر آپ کی دو چند کر دی جاویگی اور دیگر خریداران کی نسبت بھی حتی الوسع کوشش کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ"

ایڈیٹر۔ جزاک اللہ احسن الجزاء۔ آپ سے ایفاء وعدہ کی توپوری توقع ہے مگر میں کیوں یہ نہ کہوں کہ یہ ایک نیکی کی تحریک ہے جو آپ میں پیدا ہوئی ہے آپ اسے دوسرے وقت پر کیوں ملتوی کرتے ہیں۔ ایمان بالملائکہ کی فلاسفی حضرت حکیم الامت یہی فرمایا کرتے ہیں کہ جب کوئی نیک تحریک پیدا ہو اس پر فوراً عمل کر لیا جاوے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اسی سال سے عملدرآمد ہو۔

۳- ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب جواب دیتے ہیں "میں آپکے اخبار کو دل نیت پر خریدنے کا اقرار کرتا ہوں"

ایڈیٹر۔ میں آپ کی اس محبت اور قدر کیلئے جو الحکم کی آپ کے دل میں ہے زیادہ ہونیکی دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے مگر **امروز** کا جواب بھی باقی ہے یعنے **دس خریدار**

۴- مولوی ابو الحمید احمدی صاحب وکیل حیدر آباد دکن سے رقمطراز ہیں۔ " آپ کا مطبوعہ پرچہ دوسری مئی کا وصول ہوا مجھے ملا۔ الحکم کے ذریعہ سے جو مضامین اس کو خریداروں کو پڑھنا نصیب ہوتے ہیں وہ ایسے نہیں ہوتے کہ جن کو شکریہ میں ہر ایک خریدار الحکم طلب اللسان نہ ہو۔ اور اس کو عوض میں اگر خریداران الحکم اپنی مقدرت سے زائد بھی قدر کریں تو کم ہے میں بخوشی منظور کرتا ہوں کہ مئی سنہ ۱۹۰۶ سے دس روپیہ سالانہ الحکم کیلئے تذکروں سنہ ۱۹۰۶ کی پہلی ششماہی ختم ہونے پر پانچ روپیہ روانہ کر کے تکملہ سالانہ دس روپیہ کا کر دیا جاویگا انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ایک خریدار بھی دیا جاویگا"

ایڈیٹر۔ آپ کا حوصلہ افزا گرامی نامہ میری محنت کا قابل قدر صلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ ایسی روح قوم کے دوسرے افراد میں نفخ کرے اور آپ کو حیات دینی میں خدمتگذاری کا سچا جوش بخشتا رہے۔

۵- شیخ امام بخش صاحب احمدی از طیال تحریر ہیں "جناب کا حکم سو بنیاز بتا چیز نام کا خادم سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ہے ذرہ بھی پاک پروردگار اگر کرے تو ہو اب عاجز اسی کے بھروسہ پہ اقرار کرتا ہے کہ اسی پانچ روپیہ سالانہ چندہ الحکم کے ساتھ اور پانچ روپیہ دیتا رہوں گا۔ اور نئے خریداروں کی فکر میں برابر رہتا ہوں"

ایڈیٹر۔ شیخ صاحب کا اخلاص اور محبت قابل رشک ہے۔ اور آپ کی عالی ہمتی قابل تقلید آپ کسی اعلیٰ عہدہ پر سرافراز نہیں! وجود اس کے خدمت دین کیلئے ایک سچا جوش موجود ہے مختصر اور قلیل سی تنخواہ پر بھی میری درخواست کی قدر اس محبت کا پتہ دیتی ہے جو حضرت مسیح موعود سے آپ کو ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ الحکم کیلئے ایسے بہت سے بزرگوں کو توجہ دلائے۔ آپ کو زائد پانچ روپیہ مرسل بھی پہونچے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

۶- مکرمی سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹ سے لکھتے ہیں "آج **۱۵** ار ہے یہ کارڈ آپکی میعاد مقررہ کے لحاظ سے بیشتر آپ کو ملنا چاہئے تھا مگر بالکل تحریر جواب میں پس و پیش کرتی رہی مجھے آپ کی خدمت سلسلہ عالیہ کا اعتراف ہے اور آپ کی کارروائی کی داد دیتا ہوں ۔ اور غالب آرزو دل میں رہتی ہے کہ آپکے ہر ایک ارشاد کی تعمیل کیجاوے۔ میں خدا سے توفیق مانگتا ہوں کہ مجھے جلدی آپ کی خدمت کا موقع ملے۔ آپ بھی دعا کریں۔ اذکریان کار ما دشوار نیست والسلام التوفیق"

ایڈیٹر۔ شاہ صاحب مخدوم کا کارڈ میرے لئے نہایت ہی قابل قدر اور عزت افزا ہے۔ جس شکر گزاری کے ساتھ یہ لکھا گیا ہے وہ مجھے بہت ہی شرمندہ کرنیوالی اور خدا تعالیٰ کے احسانات کی شکریہ میں رطب اللسان ہونیکی محرک ہے۔ کیونکہ یہ اعتراف کسی معمولی انسان کے قلم سے نہیں بلکہ ایسے شخص کے قلم سے ہے جو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم کی ذاتی رائے کے موافق انبیاء کی سیرۃ رکھنے والا ہے۔ شاہ صاحب **نیت المومن خیر من عمله** کے موافق آپ اس کار خیر میں میرے شریک اور معاون ہو چکے اور توفیق کا رفیق حال ہونا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہ ضرور توفیق دیگا۔ کیونکہ

ع خدا خود میر سامان است ارباب توکل را

۷- ہمارے مکرم بھائی حکیم محمد حسین صاحب قریشی لاہور سے رقمطراز ہیں۔

آپ کا حسن ظن کسی بہرا ہوا مسئلہ [illegible]

نورالدین پر ریویو

نمبر (۳)

جہاں تک ہم کہہ سکتے ہیں اور واقعات نفس الامری کی بنا پر کہہ سکتے ہیں نورالدین کے مصنف کی غرض نورالدین کی تصنیف سے آجکل کے عام مصنفوں کی طرح کبھی نہیں ہوئی کہ وہ تالیف و تصنیف کو ذریعہ معاش قرار دے۔ اس سے ہماری یہ غرض نہیں کہ خدانخواستہ یہ شریف فن حرام ہے نہیں بلکہ اس کے اظہار سے ہمارا یہ مقصد ہے کہ جب تالیف و تصنیف بذا ہی پیشہ ہو اسوقت کسی کتاب کو محنت اور فکر سے لکھنا زیر نظر نہیں ہوتا بلکہ مصنف کے ملحوظ خاطر جو کچھ ہوتا ہے وہ مطلبی ہوتی ہے اس لئے وہ وقت اس امر کی پرواہ کرتا ہے کہ پبلک کے عام مذاق اور اخلاق پر اس کا کیا اثر پڑیگا نہ یہ سوچتا ہے کہ جو کچھ اس میں لکھا جاتا ہے وہ کہاں تک تحقیقات سے گرا ہوا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آجکل مخرب اخلاق ناولوں۔ فسانوں اور کہانیوں نے ملک پر ایک آفت برپا کر رکھی ہے جس سے صرف یہی نہیں ہوا کہ ملک کا عام مذاق کتب بینی کی بجائے ... بلکہ بڑی نقصان ہوا کہ علمی کتابیں تصنیف نہیں ہوتیں اور پاکیزہ لٹریچر کا ذخیرہ نہیں بڑھتا اور بہت ہی اور خود غرضی بڑھتی جاتی ہے جس کے ساتھ ہی بری کتابوں کا اثر اخلاق اور صحت پر بھی خطرناک پڑ رہا ہے جس کا بہت بڑا ثبوت ان اشتہاروں کو مل رہا ہے جو آجکل شائع ہوتے ہیں۔

کیونکہ یہ عام قاعدہ کی بات ہے کہ ملک میں جس چیز کی زیادہ ضرورت ہو اسی کی بکری کثرت سے ہوتی ہے اور ملک کی عام ضرورت کا پتہ ان اشتہارات سے ہوتا ہے جو شائع کئے جاتے ہیں۔ پس آپ کوئی اخبار اٹھا کر دیکھیں اس میں کثرت کے ساتھ اشتہارات دوائیوں کے ہوں گے اور ان میں سے بھی فیصدی ... خاص دوائیوں کے جو قوت مردانہ سے متعلق ہیں پس یہ اشتہارات کی کثرت صاف ظاہر کرتی ہے کہ ملک میں ان ادویات کی ضرورت اور مانگ بہت بڑھ گئی ہے اور یہ کثرت مانگ ملک کی اخلاقی اور جسمانی صحت کا سب سے بہتر معیار ہے۔ یہ حالت بد کیوں ہے؟ اس کا ذمہ دار ہم اس لٹریچر کو قرار دیتے ہیں جو ملک میں پھیلایا گیا ہے اگر ہمارے ملک کے مصنف اور مولف ملک کی حالت پر رحم کرتے اور اپنی تصنیفات کی غرض رفاہ عام سمجھتے تو بیچ تنگ نہیں وہ روپیہ بھی کما لیتے اور اپنے اہل ملک اور ابنائے جنس پر بہت بڑا احسان کرنے والے ہوتے۔

غرض

نورالدین کے مصنف کی غرض چونکہ محض اعلائے کلمۃ الاسلام اور بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی اور خیر خواہی تھی اس لئے اس نے اس کتاب کو ملک اور قوم کیلئے مفید اور کارآمد بنانیکیلئے جہاں تک اس سے ممکن تھا محنت کی کتابوں کو پڑھا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ سے کشود کار کی دعائیں کیں۔ اس لئے ہم نہ اس لحاظ سے کہ احمدی ہیں اور کیونکہ حکیم الامۃ سے کوئی تعلق رکھتے ہیں نہ اس وجہ سے کہ ہم کو آپ کے ساتھ ذاتی طور پر عقیدت ہے بلا خوف تردید کہتے ہیں کہ یہ کتاب

محض خدا تعالیٰ کی رضا اور نوع انسان کی بھلائی کے لئے لکھی گئی ہے

اس کے بعد نورالدین کا تذکرہ کے ضمن میں دوسرا قابل غور یہ امر ہے کہ کیا اس سے پہلے مولانا موصوف صاحب میں اسی فن پر کتابیں لکھنے کیلئے دنیا کے ... ہوچکے ہیں؟ کیونکہ اگر یہ آپ کی پہلی ہی تصنیف ہو تو کم از کم ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ ابھی آپ کا تجربہ اس راہ میں کامل نہیں اور وہ اس کی تصنیف اول خواہ وہ محض رفاہ عام کی غرض سے ہی کیوں نہ لکھی گئی ہو ویسی مفید اور کارآمد نہیں ہو سکتی جیسا اس کی وہ تصنیف جو اوس کی کہنہ مشق ہونے کے بعد شائع ہو۔

پس

اس پہلو کے لحاظ سے بھی ہمیں فخر اور ناز ہے کہ جس مصنف کی کتاب پر ہم ریویو لکھ رہے ہیں وہ اس فن تصنیف اور خصوصیت کے ساتھ مذہبی لٹریچر اور مذہبی لٹریچر میں سے بھی فن مناظرہ میں اہل عصر میں سرمایہ ناز سمجھا گیا ہے اور ہر فن مناظرہ میں سے اہل دین کے ساتھ مناظرہ کرنے میں بھی قابل قدر نگاہوں سے دیکھا گیا ہے جیسا کہ ہم ابھی بتائیں گے۔ چنانچہ فاضل مصنف مندرجہ حاشیہ کتابوں کا مصنف ہے۔

۱- فصل الخطاب (امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے متعلق)	انہیں سے پہلی کتاب فصل الخطاب ایک عظیم الشان مختلف فیہ مسئلہ پر ہے یعنی آیا امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنی
۲- فصل الخطاب لمقدمۃ اہل الکتاب دو جلد	
۳- ایک عیسائی کے تین سوال کا جواب	
۴- تصدیق براہین احمدیہ	
۵- رد تناسخ -	

چاہیے یا نہیں۔ علامہ موصوف نے اس کتاب کو جس قابلیت کے ساتھ لکھا ہے اس کا پتہ اس کے پڑھنے سے لگ سکتا ہے۔

دوسری کتاب جو اسی نام سے لکھی گئی ہے یہ دو ضخیم جلد میں ہے۔ اس میں عیسائیوں کے قریباً تمام بڑے بڑے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جو وہ اسلام پر کرتے ہیں اور جن کو ان کے مصنفوں اور مناظروں کو بہت بڑا ناز رہا ہے ان اعتراضوں کا جواب دیتے وقت علامہ موصوف نے دو پہلو اختیار کئے ہیں۔ پہلے الزامی جواب دیے ہیں اور پھر تحقیقی جوابات بڑے مفصل و مسکت لکھے ہیں

میں فصل الخطاب پر ریویو اسوقت مد نظر نہیں اس لئے ہم اسے چھوڑتے ہیں۔ یہ کتاب غالباً پندرہ سولہ سال سے لکھی ہوئی ہے لیکن آج تک ہم فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا جواب عیسائی مشن کیطرف سے نہیں ہو سکا۔

تیسری کتاب بجائے خود کوئی مستقل کتاب نہیں بلکہ یہ ایک مضمون ہے جو اس کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ ایک عیسائی اسلام پر تین اعتراض کئے تھے اور وہ اعتراض قرآن شریف کی بنا پر تھے جو انجمن حمایت اسلام لاہور کے پاس بھیجے گئے تھے اس بات کا تو ہمیں علم نہیں کہ انجمن نے اور کسقدر اشخاص کے پاس یہ سوالات بغرض جواب بھیجے لیکن یہ ہم جانتے ہیں کہ انجمن نے جو رسالہ اس نام سے آخر طبع کیا اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت حکیم الامۃ مصنف نورالدین اور مولوی غلام نبی صاحب امرتسری کے تین مضمون جدا جدا ان سوالات پر شائع ہوئے ہیں۔ ان جوابات کی وقعت کا اس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ وہ صوبہ پنجاب کے مسلمانوں کی ریپریزنٹٹو انجمن کی طرف سے شائع ہوئے ہیں اور انجمن کی درخواست پر لکھے گئے ہیں۔

چوتھی کتاب آریوں کے ساتھ قول فیصل ہے یہ کتاب آریہ مذہب کے مشہور و معروف مصنفین کی کتابوں کے جو انہوں نے رد اسلام میں بزعم خود لکھی ہیں مجموعی طور پر جواب میں لکھی گئی ہے اگرچہ تکذیب براہین احمدیہ ایک خاص کتاب خصوصیت کے ساتھ زیر نظر ہے جو آریہ سماج کے سرمایہ ناز مولف کی کتاب ہے۔

پانچویں کتاب تصدیق براہین احمدیہ جلد دوم کا ایک حصہ ہے جو ایک خاص مضمون تناسخ کی تردید میں ہے۔ تناسخ کے مسئلہ کی تردید کسی معمولی نظر کے آدمی کا کام نہیں کیونکہ بعض فلاسفروں کا بھی یہ مذہب تھا اس لئے ایک دقیق النظر اور وسیع الخیال فلسفی متکلم کا کام ہو سکتا ہے پھر جس خوبی سے یہ رسالہ لکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ تمام جوابات قرآن کریم سے دیے ہیں جس سے قرآن کریم کی شان عظیم کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔

غرض

جو شخص قوم اور ملک میں مذہبی لٹریچر میں لکھنے کا مسلم مشاق الیہ ثابت ہو چکا ہو اور مذہبی لٹریچر میں سے بھی مناظرہ کی شاخ میں خصوصیت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہو اور آریہ سماج کے ساتھ اس کی فیصلہ کن تحریریں شائع ہو چکی ہوں وہ بدرجہ اولیٰ حق رکھتا ہے کہ آریہ سماج کی کسی شائع کردہ کتاب کا جواب لکھے۔ پس نورالدین اسی قلم اور دماغ کا نتیجہ ہے۔

ایک اور بات لکھ کر ہم اس حصہ ریویو کو ختم کرتے ہیں کہ یہ بات بھی کوئی مخفی امر نہیں کہ نورالدین کا مصنف ایک بیش قیمت کتب خانہ اپنے پاس رکھتا ہے جس میں ہر علم و فن پر نادر کتابیں موجود ہیں اب ہم چونکہ نمبر میں نورالدین کے مصنف کا اپنا ریویو اپنی کتاب پر انشاء اللہ العزیز دیں گے۔ (باقی جو تم نمبر میں)

ایک افسوسناک خبر

ذیل میں تالیف و اشاعت سے ایک مضمون درج کرتے ہیں جو ضرورت امام کے مضمون کو صاف کر رہا ہے اس پر ہم پھر رائے لکھیں گے (ایڈیٹر)

سودا واپس عطا شما بہ لقائے شما

مدت ہوئی کہ فرقہ محدثین نے فرقہ حنفیہ پر یہ الزام لگایا تھا کہ حنفی لوگوں نے اپنا اپنا اجتہاد ذاتی دین بنایا ہوا ہے اور اصل مذہب اسلام جو حدیث میں رچا ہوا ہے۔ اہل حدیث کہا کرتے ہیں کہ قرآن شریف سے حدیث مقدم ہے کیونکہ قرآن مختصر مجمل ہے اور احادیث اس کی مفصل شرح ہیں اس خیال سے میں نے کتب احادیث کا ایک انبار خرید لیا۔ مگر اب مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کا رسالہ اشاعۃ القرآن نمبر فلاں جلد فلاں بابت ماہ ... دیکھا تو جو کچھ اس رسالہ میں بخاری شریف اور مسلم شریف وغیرہ کتب احادیث کی نسبت لکھا ہے اس کو دیکھکر تو فوراً دل میں خیال گذرتا ہے کہ دنیا میں جسقدر نسخے کتب احادیث کے ہیں سب کے سب دریا برد کئے جائیں۔ مگر چونکہ نہ تو مجھ سے ... سکتے ہیں اور نہ میرے مقدور میں ہے اور صرف اپنے خریدکردہ نسخے تلف کر دینا ہی کوئی فائدہ نہیں ہے اس لئے فرقہ اہلحدیث کی خدمت میں عرض ہے کہ یا تو مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کے ان اعتراضات کا معقول جواب دیں اور یا جن کتب فروشوں اور محدثوں نے کتب احادیث کے خریدنے میں میرا روپیہ تلف کرایا ہے اپنی کتابیں مجھ سے لیں اور میرا روپیہ مجھے واپس دیدیں کیونکہ ان احادیث کو وہ گو بجز آنحضرت صلے اللہ ... ظنی کے اور کچھ فائدہ نہیں ہے۔ اگر ایک ... تک جواب نہ آیا تو میں وہ سب کتابیں ... وی پی تاجروں کو واپس بھیجکر اپنا روپیہ وصول کرونگا۔ اگر کسی تاجر نے وی پی واپس کی تو پھر بذریعہ عدالت روپیہ لیلونگا۔ خود ساختہ ... کی باتوں کو آنحضرت کی طرف منسوب کرکر دھوکا دیکر ناحق لوگوں کا روپیہ ... ضائع کراتے ہیں عجیب انصاف ہے۔

راقم ایک حنفی ...

مسلمانوں کی فلاح عصر جدید اور مشاہیر عصر

اس عنوان کے نیچے ہم حافظ نذیر احمد خان اور مولانا شبلی کی رائے پر ریمارک کر چکے ہیں۔ آج مولوی حبیب الرحمن صاحب رئیس بھیکن پور کی رائے کی توزین کرتے ہیں۔

چنانچہ مولوی حبیب الرحمن صاحب لکھتے ہیں "کسی قوم کے شائستہ بنانیکی صرف ایک تدبیر ہے اور وہی مسلمانوں کے واسطے ہے۔ کفایت شعاری اور سنجیدگی بھی شائستگی کا ایک جزو ہے۔ لہذا وہی علاج ان کے لئے کارگر ہوگا۔ وہ تدبیر یہ ہے کہ کچھ لوگ اپنی زندگی کو سچے دل سے اس کام کی نذر کر دیں اپنی آسایش ذاتی نفع کو اس پر قربان کر دیں۔ شب و روز اسی دھن میں رہیں زبان سے قلم سے۔ نظر سے غرض ان تمام وسائل سے کام لیں جو ان کا شوق بجھائے بدون اس کے تمام تدابیر ادھوری ہونگی"

اس پر عصر جدید یہ مندرجہ ذیل ریمارک کرتا ہے۔ "یہ رائے نہایت متین ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ کام کرنیوالے آدمی پیدا کرو اور سب سے زیادہ ضروری اصلاح ہے اور خوشی کی بات ہے کہ کام کرنیوالوں کا گروہ چند روز سے بڑھتا جاتا ہے۔

ہمکو اس معاملہ میں شروانی صاحب کیقدر اختلاف ہے کہ گو کسیقدر کفایت شعاری اور سنجیدگی شائستگی کا جزو ہے کیونکہ عرفی معنے میں تہذیب اسراف اور اوچھا پن اور فن ورسوخ گوئی یا فن اشتہار میں ترقی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ایک ہوشیار یورپین فلاسفر نے حال میں ایک مضمون لکھا تھا۔ اور اس میں بتایا تھا کہ کچھ عرصہ کے بعد ایشیا کی محنتی قومیں جیسے چینی و جاپانی و ہندو اہل یورپ کو ترک دیگر میدان تمدن سے ہٹا دینگی۔ وجہ اس نے یہ بتائی تھی کہ یورپ میں بوجہ خانگی خرچیات زندگی بڑھتی جاتی ہیں اور اس سے مزدوری بھی زیادہ ہے۔ یہ قومیں چونکہ مزدوری میں کم رکھتی ہیں اور کفایت شعار ہیں لہذا یورپ کی تجارت کو انجام کار پامال کر دینگی مجھے اندیشہ ہے کہ تہذیب کی .... یہ تو اگر اسیطرح ترقی کرتی گئی تو مسلمان اس دور اندیش فلسفی کی پیشگوئی سے فائدہ نہ اٹھا سکینگے بلکہ بوجہ اپنے اسراف اور بے اعتدالی کے دونوں ہندیبوں کی بیچ میں کچلے جائینگے۔ فتدبر

ہمارا ریمارک:۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر جو مسلمانوں کو ایک شائستہ متین اور کفایت شعار قوم بنانا چاہتے ہیں اس کے لئے ایسی تجویزیں کیوں پیش کرتے ہیں جنہیں قرآن کریم اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا ذکر تک بھی نہ ہو۔ کیا اس سے یہ غرض ہے کہ مسلمان ان کو چھوڑ کر کوئی ترقی کر سکینگے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس سے پہلے کہ تم ان کو کفایت شعار بنانیکی فکر کرو بہتر ہے کہ پہلے مسلمانوں کو مسلمان بناؤ۔ ایک مسلمان بنانا ہی ساری ترتیبوں اور شائستگیوں اور اخلاقی خوبیوں کا مجموعہ ان میں پیدا کر دیتا ہے لیکن اگر مسلمان مسلمان ہی نہ رہیں گے تو پھر خواہ کچھ بھی ہو کوئی فائدہ ان تجاویز سے نہیں پیدا ہوگا۔

مولوی حبیب الرحمن صاحب کی یہ رائے کہ کچھ آدمی سچے دل سے اپنی زندگی کو اس کام کی نذر کریں جہانتک الفاظ کا تعلق ہے خوشکن ہو سکتی ہے۔ اگر ہر ایک شخص اللہ تعالے کے فضل اور تائید کے بدوں اپنی زندگی دوسروں کے فائدہ کیلئے وقف کر سکتا ہے پھر اللہ تعالے نے جو مامورین و مرسلین کا سلسلہ جو ہمیشہ جاری رکھا ہے وہ بے ضرورت ثابت ہو جائیگا۔ کوئی شخص حقیقی سوز و گداز ملک اور قوم کی خدمت کیلئے اور حقیقی بہی خواہی کیواسطے نہیں رکھ سکتا جبتک وہ اس منصب پر مامور نہ ہو اور اگر کوئی شخص اپنی تجویز اور خیال پر جب نام کو اپنا معبود بنا کر اٹھے بھی تو صحیح وجود ملک اور قوم کے لئے نافع ثابت نہیں ہوگا۔ پس اس امر کو کبھی بھولنا نہیں چاہیے کہ مسلمانوں کی بہبودی اور بہتری اسی میں ہے کہ ان کو مسلمان بنایا جاوے اور اسلام ان کی رگ و ریشہ میں عملی رنگ سے پیدا ہو پھر ناممکن ہے کہ مسلمان ترقی نہ کریں یا مسلمان اعلے درجہ کے کفایت شعار اور متین نہ بن جاویں۔ ایک شخص جب عملی اور اعتقادی طور پر مسیح زمین کو اخوان الشیاطین سمجھیگا تو پھر ناممکن ہے کہ وہ عملی طور پر خود اس بلا میں مبتلا ہونا چاہے وہ شخص جو سچا مسلم بلی من اسلم وجھہ للہ وھو محسن کے ماتحت ہوتا ہے۔ ناممکن ہے کہ وہ بنی نوع کی ہمدردی اور شفقت علی خلق اللہ کو اپنا اصول قرار نہ دے اور مومن کہلاکر والذین ھم عن اللغو معرضون کا وصف اپنے اندر پیدا کرنیکیلئے ساعی نہ ہو۔

اس میں کوئی کلام نہیں کہ مسلمانوں میں اسلام کی روح نفخ کرنیکے واسطے ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو انبیاء علیہم السلام کے نقش قدم پر آئے اپنی تجویزوں اور انسانی منصوبوں کو زبان کی چالاکیوں یا قلم کی تیزیوں سے وہ اس منصب پر مامور نہ ہو بلکہ اللہ تعالے اسے مامور کرکے روح القدس سے اسکی تائید ہو اور ایک کامل اطمینان اور استقلال اسکو دیا جاوے اور کوئی امر اس کے لئے پشت شکن اور حوصلہ ریز والا ثابت نہ ہو اس خدا شناسی اور خدا پرستی کے دور اور لامذہبی کے زمانہ میں ہمارا ایسا کہنا ایک دیوانہ کی بڑ سے زیادہ وقعت نہ رکھیگا ہم اسے خوب سمجھتے ہیں مگر سچ یہی ہے کہ مسلمانوں کی فلاح اور اصلاح کی اگر کوئی تدبیر ہے تو یہی ہے اس کے سوا ناممکن ہے مسلمانوں کی اصلاح۔

اور ہم یہ بشارت دیتے ہیں کہ خدا تعالے نے اس وقت جو عین ضرورت کا وقت تھا مسیح اپنے فضل سے اس کی سی شکستہ قوم کو سہارا دینے اور آگے کیلئے ایک مامور بھیجا ہے جو قوم میں وہی صلاحیت اور تقوےٰ پیدا کرنا چاہتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا خاص منشاء اور مقصد تھا وہ اسی سلسلہ منہاج نبوت پر آیا ہے اور اسی رنگ اور شان سے اصلاح قوم کی فکر کر رہا ہے اگر قوم اس کی بات سنے اور اس کے ساتھ ہو جائے تو ہم یقیناً کہتے ہیں کہ وہ کامیاب ہو جاینگی اور ہمارا ہمعصر عصر جدید یہ مسلمانوں میں جس قوت اور روح کے نفخ ہونے کی آرزو کرتا ہے وہ انہیں پیدا ہو جاینگی لیکن بغیر اس کے .... وہ اس سے وابستہ ہوئے اگر کوئی شخص قومی اصلاح اور فلاح کا مدعی ہو تو ہم دعوے سے کہتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہو سکتا کیونکہ ریفارمر (مصلح) خدا تعالے کی تائید یافتہ ہو کر اس کام کے لئے مبعوث ہوا ہے اور اس نے وہی طریق اختیار کیا ہے جو کامیابی کا سچا ذریعہ ہے۔ مسلمانوں کو قرآن کریم کی ہدایتوں پر عمل کرانا چاہتا ہے اور اسی کو فلاح کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ جو درحقیقت ہے پھر قرآن کریم اور اسلام کو چھوڑ کر کوئی تجویز قوم کی بہتری اور بھلائی کی نہیں ہو سکتی کاش مسلمان سمجھیں سوچیں اور پھر عمل کریں۔

جنگ روس و جاپان کی خبریں

جاپانیوں کا نقصان۔ روسیوں کا ایک گروہ ماجور النی سے چیفو میں آیا ہے رپورٹ کرتا ہے کہ جاپانی جنگی جہاز شکیشما اور فوجی ۱۷ ماہ حال کو پورٹ آرتھر میں ڈوب گئے تھے۔ مگر یہ کہانی سن گھڑت معلوم ہوتی ہے۔

امیر البحر ٹوگو رپورٹ کرتا ہے کہ ۱۵ ماہ حال کو جہاز کسانگی کروزر یوشینو کے ساتھ ٹکرایا اور موخر الذکر جہاز ۳۰ منٹ کے اندر غرقاب ہوگیا صرف ۹۰ اہل جہاز بچے۔ اسی روز جنگی جہاز ہتسوسی ایک روسی سرنگ کے ساتھ ٹکرا کر ڈوب گیا۔ ۳۰۰ آدمی بچ رہے +

امیر البحر ٹوگو کی ایک بعد کی تار خبر مظہر ہے کہ ہتسوسی پورٹ آرتھر کے بیرے فوجوں کو اترتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ کہ بندرگاہ سے دس بحری میل کے فاصلہ پر بلب جنوب مشرق ایک سرنگ کے ساتھ ٹکرایا۔ اس نے امداد کیلئے اشارہ کیا۔ مگر فوراً ہی ایک اور سرنگ کے ساتھ ٹکرا کر نصف گھنٹہ کے اندر غرقاب ہوگیا +

سینٹ پیٹرزبرگ میں بیان کیا جاتا ہے کہ جہاز پیٹرو پولسک کو ڈبونے کے بعد ایک تار پیڈو کشتی نے جاپانیوں کو دیکھ بھال کرنے کی زمین پر سرنگیں لگا دیں +

(لنڈن ۲۰ مئی) امیر البحر ٹوگو رپورٹ کرتا ہے کہ یہ ایک پرمعنی امر ہے۔ کہ جہاز ہتسوسی کے غرقاب ہونے کے بعد سولہ روسی تار پیڈو و ڈسٹرائر کر بندرگاہ سے باہر آئے۔ مگر جاپانی کروزروں نے انہیں پسپا کر دیا۔ امیر البحر نشیبہ جو جہاز ہتسوسی پر تھا بچ گیا ہے۔ ۳۳ افسر اور ۷۰۰ افسر دو ضائع شدہ جہازوں میں ہلاک ہوئے۔

(بعد کی خبر) جاپانی جنگی جہاز ہتسوسی پر کل تعداد آدمیوں کی ۷۴۱ اور شیشیو پر ۲۰۳ تھی۔ اخبارات مذکورہ بالا دو جہازوں کے ڈوبنے پر اظہار ہمدردی و افسوس کرتے ہیں

جاپانیوں کی پسپائی۔ جاپانیوں کی واپسی جنگ ہنگ کی تشریح ابھی تک نہیں ہوئی نیوچوانگ سے ایک تار سے واضح ہوتا ہے کہ یہ پسپائی ایک شکست فاش کے باعث سے تھی۔ لیکن اسکی تصدیق روسی وسائل سے نہیں ہوئی۔

نیوچوانگ:۔ روسی جنگی جہاز اسپیگل ڈیبوئی سے نیوچوانگ کو روانہ ہو گیا ہے۔

روسیوں کا عظیم الشان نقصان:۔ خبر ہے کہ جاپانیوں نے ۱۴ ماہ حال کو کینگ پر قبضہ کر لیا۔ شکیندہ کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ ایک لڑائی میں دو ہزار روسی ہلاک اور مجروح ہوئے۔

جزیرہ نمائے لیاؤ تنگ:۔ لیاؤ تنگ میں ایک نہایت سخت چھوٹی لڑائی ہوئی ہے جس میں جانبین کا بہت سا نقصان ہوا ہے۔

ایک جاپانی سرکاری پیغام تار مظہر ہے کہ جاپانی رسالوں نے کل انجو کوشن پر اترنا شروع کر دیا۔

کھلی بندرگاہیں:۔ سینٹ پیٹرزبرگ کا ایک تار مظہر ہے کہ تو تم ظاہر کیگئی ہے کہ روس عنقریب سابیریا کی بندرگاہوں کو جنمیں ولاڈیووسٹک بھی شامل ہے تجارت کیلئے کھلی ہونیکا اعلان کریگا +

مختلف خبریں

امپیریل لائبریری کلکتہ۔ جس کا افتتاح لارڈ کرزن نے ۳۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو کیا تھا اسکی پہلی سالانہ رپورٹ سے واضح ہوتا ہے کہ "ماہ زیر رپورٹ میں ۲۱۲۱ مستقل ممبر پڑھنے والے تھے۔ اس عرصہ میں ۱۵۹۳ اشخاص برائے مطالعہ لائبریری میں داخل ہوئے۔

افغانستان میں ٹیکہ چیچک۔ (الہ آباد ۲۰ مئی) ہر سال ٹیکہ لگانے کا مادہ کابل بھیجا جا یا کریگا سردار اور انکے کنبوں میں ٹیکہ کو ہمیشہ اچھا سمجھا جاتا ہے۔ کچھ مقدار امیر عبدالرحمن خان مرحوم کے عہد حکومت میں پنجاب میں جایا کرتی تھی۔ غفلت سے کچھ عرصہ تک نہیں بھیجی گئی +

مردہ پایا گیا:۔ ۱۸ مئی کو جو پنجاب میل بمبئی سے دہلی کو آ رہی تھی اس میں مغل سرائے سٹیشن پر ایک یورپین درجہ دوم کی گاڑی میں مردہ پایا گیا۔

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ اعلیٰحضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام برابر گورداسپور رہے البتہ درمیان میں ۲۲ اور ۲۳ مئی ۱۹۰۴ء کو اتوار اور مقدمہ خاکسار ایڈیٹر بنام کرم الدین وغیرہ کی وجہ سے وقفہ ملنے کے سبب دارالامان تشریف لائے اور ۲۴ کی صبح کو مع الخیر براہ راست گورداسپور تشریف لے گئے۔

گورداسپور میں ہمارے مکرم بھائی سید محمد رضوی صاحب وکیل ہائیکورٹ حیدرآباد دکن مع اپنے چند احباب کے حاضر ہو کر بہرہ اندوز سعادت ہوئے۔ اور احباب کو بیعت کرا کر واپس تشریف لے گئے۔ حضرت حجۃ اللہ کی صحت خدا کے فضل و کرم سے اچھی رہی ہے۔

۲۔ بزرگان ملت خدا کے فضل و کرم سے اچھے ہیں حضرت حکیم الامۃ کی طبیعت دو تین دن ناساز رہی سو کری سید محمد احسن صاحب اب بالکل تندرست ہیں اور حضرت اقدس کے ہمراہ گورداسپور رہے ہیں۔

۳۔ **تازہ الہامات**۔ النازلات الحاء یل۔ معنے دیگر نہ پسندیم ما۔ کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی

یہ سب الہامات بمقام گورداسپور ہوئے ہیں۔

۴۔ قادیان میں اب بالکل امن ہے۔ ننگل باغبانان میں باپ بیٹوں کی باہمی لڑائی میں ایک بیٹا مارا گیا۔ اس کے بھائی پر الزام قتل تھا یا جا۳ ہے۔ ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں کہ یہ گاؤں طاعون سے تباہ ہو رہا تھا باوجود ایسی سرزنش اور تنبیہ کے ایسے سنگدل لوگ موجود ہیں۔ تعجب کی بات ہے۔ ڈپٹی انسپکٹر بہ موقع واردات پر پہونچا۔ مفصل حالات پھر۔

ایک تعلق کی ضرورت

ایک شریف آدمی غیر احمدی ذی بعض احمدی افراد کا اخلاق دیکھ کر اپنی ہمشیرہ بالغہ عمر ۱۶ سال خوش شکل حلیم الطبع صوم و صلوٰۃ کی پابند کا نکاح کا ارادہ احمدی جماعت کی کسی ایسے شخص کے ساتھ کیا ہے جو اوصاف ذیل سے موصوف ہو۔

(۱) قوم کا کشمیری ہو (۲) احمدی جماعت کا خاص ممبر ہو (۳) عمر ۲۵ و ۳۰ سال کے درمیان ہو (۴) وجہ معاش کم از کم ۲۵ روپیہ ماہوار رکھتا ہو (۵) خوش شکل ہو

اس کے متعلق خط و کتابت ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خان صاحب مقیمہ پلیگ ڈیوٹی گورداسپور سے کیجاوے۔

خاکسار عبد الحق احمدی پٹواری مرزا پور تحصیل گورداسپور

کلماتِ طیبات یا ملفوظاتِ احمدیہ

نماز میں حصولِ حضور کا طریق

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے قلم سے"

۱۶ مئی ۱۹۰۴ء کو دوپہر کی گاڑی میں بمقام گورداسپور احاطہ کچہری میں حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آکر دو تین احباب نے شرف نیاز حاصل کیا۔ ان آنیوالے دانشمندوں میں ایک شخص بالکل اجنبی تھا۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ آپکا نام مولوی نظیر حسین سخا دہلوی ہے کسی وقت آپ جادہ میں بہ تشکیک پوشیدہ تھے ہوائے سیاحت در سر داور والا سامانہ تھا اور وطن سے الگ ہو کر نکل کھڑے ہوئے اور سیاحت کیلئے لپٹ کیا کہ ایک تھیٹریکل کمپنی کے ساتھ بطور ڈراما نسٹ تعلق پیدا کر کے مختلف شہروں میں پھرتے پھراتے امرتسر میں وارد ہوئے۔ اور حضرت اقدس کا نام عرصہ سے سنا ہوا تھا شوق زیارت باقی تھی اس لئے امرتسر سے صرف ایکدن کی رخصت لیکر حاضر ہوئے۔ آپکے چہرہ سے اخلاص اور سعادت کے آثار نظر آتے تھے کیا عجب اللہ تعالیٰ آپ کو مزید معرفت اور بصیرت عطا کرے اور وہ کسی عمدہ اور مفید کام میں اپنی زندگی بسر کر سکیں جو کہ ملک اور قوم کیلئے مفید ہو۔ غرض انہوں نے احاطہ کچہری میں ہی بیٹھکر اپنی پاکٹ بک نکال کر اس پر ایک عریضہ لکھا اور خاکسار ایڈیٹر کو دیا کہ حضرت اقدس کے حضور پیش کر دے۔ خود وہ پاس ادب کیوجہ سے یہ جرأت نہ کر سکے۔ حضرت کی خدمت میں وہ پیش کر دیا گیا حضرت نے جو جواب اس پر لکھا وہ مع اصل عریضہ کے ہم ذیل میں دیتے ہیں۔ ایک امر اور بھی قابل ذکر ہے کہ سخا صاحب نے حضرت اقدس کے گرامی نامہ کو نہایت احترام سے لیا اور عرض کیا کہ اس بارگاہ عالی میں وہ چیز مانگنے آیا ہوں جو اور جگہ نہیں مل سکتی۔ دنیا اور اسکی سامان بقدر ضرورت بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مولا کریم نے عطا کر رکھے ہیں اسلئے میں نہیں چاہتا کہ یہاں اس کا کوئی سوال کروں وہ دوسری جگہ مل سکتی ہے اور اس بارگاہ کو اس سے کیا واسطہ یہاں وہ چیز ملتی ہے جو ابدی ہے **فانی نہیں**۔ جب یہ عرض کر رہے تھے تو انکی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

خدا کرے کہ وہ اس ملاقات سے بہت بڑا فائدہ اٹھائیں۔ اب ہم وہ تحریریں درج کرتے ہیں۔ ایڈیٹر

قبلہ و کعبہ مدظلکم العالی

حضور کے پابوس کا از حد شوق تھا الحمد للہ کہ شرف زیارت حاصل ہوا۔ حاجت یہی صرف یہ ہے کہ کچھ ہدایت فرمائی جاوے تاکہ حضوری حاصل ہو اور خدا کی طرف دل لگے۔ اگر اسی پر جواب سے سرافرازی ہو تو یہ دستاویز عزت جیئے حرز جان رہیگی زیادہ وحد ادب۔ فقط

عریضہ نظیر حسین سخا دہلوی۔

جواب حضرت اقدس

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ طریق یہی ہے کہ نمازوں میں اپنے لئے دعا کرتے رہیں اور سرسری اور بے خیال نماز پر خوش نہ ہوں بلکہ جہاں تک ممکن ہو توجہ سے نماز ادا کریں اور اگر توجہ پیدا نہ ہو تو پنجوقت ہر یک نماز میں خدا تعالیٰ کے حضور میں ہر ایک رکعت کے کھڑے ہو کر یہ دعا کریں کہ اے خدائے قادر و ذوالجلال میں گنہگار ہوں اور اسقدر گناہ کی زہر نے میرے دل اور رگ و ریشہ میں اثر کیا ہے کہ مجھے رقت اور حضور نماز حاصل نہیں ہو سکتا تو اپنے فضل و کرم سے میرے گناہ بخش اور میری تقصیرات معاف کر اور میرے دل کو نرم کر دے اور میرے دل میں اپنی عظمت اور اپنا خوف اور اپنی محبت بٹھا دے تاکہ اس کے ذریعہ سے میری سخت دلی دور ہو کر حضور نماز میں میسر آوے اور یہ دعا صرف قیام پر موقوف نہیں بلکہ رکوع میں اور سجود میں اور التحیات کے بعد بھی یہی دعا کریں اور اپنی زبان میں کریں اور اس دعا کے کرنے میں ماندہ نہ ہوں اور تھک نہ جاویں بلکہ پورے صبر اور پوری استقامت سے اس دعا کو پنج وقت کی نماز و نیز اور نیز تہجد کی نماز میں کرتے رہیں اور بہت بہت خدا تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں کیونکہ گناہ کی باعث دل سخت ہو جاتا ہے ایسا کریں مگر تو ایک وقت یہ مراد حاصل ہو جائیگی۔ مگر چاہیے کہ اپنی موت یاد رکھیں آئندہ زندگی کے دن تھوڑے سمجھیں اور موت قریب سمجھیں یہی طریق حضور حاصل کرنیکا ہے۔ والسلام

۱۶ مئی ۱۹۰۴ء

اعلیٰحضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام احاطہ کچہری میں رونق افروز تھے وقتاً فوقتاً جو کچھ آپ نے فرمایا ہدیہ ناظرین ہے۔ ایڈیٹر

دنیا کی تلخیوں اور عام ناکامیوں پر فرمایا کہ مثنوی میں لکھا ہے۔

دشت دنیا جز دد و جز دام نیست
جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

فرمایا دنیا کے مشکلات اور تلخیاں بہت ہیں یہ ایک دشت پرخار ہے اس میں سے گذرنا ہر شخص کا کام نہیں ہے گذرنا تو سب کو پڑتا ہے لیکن راحت اور اطمینان کے ساتھ گذر جانا یہ ہر ایک شخص کو میسر نہیں آسکتا۔ یہ صرف ان لوگوں کا حصہ ہے جو اپنی زندگی کو ایک فانی اور لاشئے سمجھکر اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے لئے اسے وقف کر دیتے ہیں اور اس سے سچا تعلق پیدا کر لیتے ہیں ورنہ انسان کی تعلقات ہی اس قسم کے ہوتے ہیں کہ کوئی نہ کوئی تلخی اس کو دیکھنی پڑتی ہے بیوی اور بچے ہوں تو کبھی کوئی بچہ مر جاتا ہے تو صدمہ برداشت کرتا ہے لیکن اگر خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہو۔ تو ایسے ایسے صدمات پر ایک خاص صبر عطا ہوتا ہے جس سے وہ گھبراہٹ اور سوزش پیدا نہیں ہوتی جو ان لوگوں کو ہوتی ہے۔ جن کا خدا سے کوئی تعلق نہیں ہوتا پس جو لوگ اللہ تعالیٰ کے منشاء کو سمجھ کر اسکی رضا کیلئے اپنی زندگی کو وقف کرتے ہیں وہ بیشک آرام پاتے ہیں ورنہ ناکامیاں اور نامرادیاں زندگی تلخ کر دیتی ہیں۔

ایک کتاب میں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ ایک شخص سڑک پر روتا ہوا چلا جا رہا تھا راستہ میں ایک ولی اللہ اس سے ملے انہوں نے پوچھا کہ تو کیوں روتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا دوست مر گیا ہے اس نے جواب دیا کہ تجھکو پہلے سوچ لینا چاہیئے تھا مرنیوالے کے ساتھ دوستی ہی کیوں کی؟

دنیا عجیب مشکلات کا گھر ہے بیوی بچوں کے نہ ہونے سے بھی غم ہوتا ہے اور اگر ہوں تب بھی مشکلات پیدا ہوتے ہیں ان کے ضروریات کے پورا کرنیکیلئے بعض نادان انسان عجیب عجیب مشکلات میں مبتلا ہوتا ہے اور صراط مستقیم سے ہٹ کر انکی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے مال بہم پہونچاتا ہے اور پھر اور مشکلات میں پھنستا ہے۔ ایک فقیر ننگ دھڑنگ جسکو پاس ستر پوشی کے سوا اور کوئی کپڑا ملک نہ تھا خوش و خرم کھیلتا کودتا جا رہا تھا کسی سوار نے اس سے پوچھا کہ سائیں صاحب آپ ایسے خوش کیوں ہیں؟ اس نے کہا کہ جسکی مرادیں حاصل ہو جائیں وہ خوش ہوتا ہے یا نہیں۔ سوار نے کہا کہ تیری ساری مرادیں کسطرح پوری ہو گئی ہیں؟

اوس نے کہا کہ جب خواہشیں چھوڑ دیں تو مرادیں پوری ہو گئیں۔

بات بالکل ٹھیک ہے انسان دو طرح ہی خوش ہو سکتا ہے یا تو حصول مراد کے ساتھ یا ترک مراد کے ساتھ اور اس میں سے سہل طریق یہی ترک مراد کا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ سب زندگی تلخ ہے بجز اس کے جو اس دنیا کے علاقوں سے الگ ہے یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات بادشاہوں نے بھی ان تلخیوں اور ناکامیوں سے عاجز آ کر خودکشی کر لی ہے۔

دنیا کی لذت خارش کیطرح ہے۔ ابتداً لذت آتی ہے پھر جب کھیلاتا رہتا ہے تو زخم ہو کر

اس میں سے خون نکل آتا ہے پیاس نکلتی ہے پیپ پڑ جاتی ہے اور وہ ناسور کیطرح بجاتا ہے اور اسمیں درد بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ یہ تجربہ بہت ہی نازک امر اور بے حقیقت ہی مجھکو کئی بار خیال آیا ہے کہ اگر اللہ تعالے کسی مردے کو اختیار دیوے کہ وہ پھر دنیا میں چلا جاوے۔ تو وہ یقیناً توبہ کرائیگا کہ میں اس دنیا سے باز آیا خدا تعالے پر سچا ایمان ہو تو انسان ان مشکلات دنیا سے نجات پا سکتا ہے کیونکہ وہ دردمندوں کی دعاؤں کو سن لیتا ہے مگر اس کیلئے یہ شرط ہے کہ دعا میں مانگنے سے انسان تھکے نہیں وہ کامیاب ہوگا اور اگر تھک جاویگا تو نری ناکامی نہیں بلکہ ساتھ بے ایمانی بھی ہے کیونکہ وہ خدا تعالے سے بدظن ہو کر سلب ایمان کر بیٹھیگا۔ مثلاً ایک شخص کو اگر کہا جاوے کہ تو اس زمین کو کھود خزانہ نکلیگا مگر وہ دو چار ہاتھ کھود نے کے بعد اسے چھوڑ دے اور دیکھے کہ خزانہ نہیں نکلا تو وہ اس نامرادی اور ناکامی پر ہی نہ رہیگا بلکہ بتانیوالے کو بھی گالیاں دیگا۔ حالانکہ یہ اسکی اپنی کمزوری اور غلطی ہے جو اس نے پورے طور پر نہیں کھودا۔ اسیطرح جب انسان دعا کرتا ہو اور تھک جاتا ہو تو اپنی نامرادی کو اپنی سستی اور غفلت پر تو حمل نہیں کرتا بلکہ خدا تعالے پر بدظنی کرتا ہے اور آخر بے ایمان ہو جاتا ہے اور آخر دہریہ ہو کر مرتا ہے۔

جہاں حضور بیٹھے ہوئے تھے وہاں سامنے ایک آم کا درخت تھا جسکو کچھ پھل لگے ہوئے تھے۔ ان کو دیکھ کر فرمایا۔

دیکھو اس آم کو پھل لگا ہوا ہے مگر یہ کچا پھل ہے اگر کوئی اس کو کھانے۔ جاوے اور اسکو بہی اسی مقصد سمجھے تو بجز اس کے کہ اس کو کھا نہ سینے وغیرہ نکل آویں کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ اسیطرح پر نیم ملان خطرہ ایمان کی والی مثال سچ ہے۔ نارسیدہ منزل کا کچے پھل کیطرح ہوتا ہے وہ جو کسی بات کو سنائیگا تو اسے گمراہ کریگا اور اگر خود کریگا تو آپ گمراہ ہوگا خدا تعالیٰ کی راہ میں جب تک انسان بہت سی مشکلات اور امتحانات میں پورا نہ اترے وہ کامیابی کا سرٹیفکٹ حاصل نہیں کر سکتا۔

اسی لئے فرمایا ہے۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون۔ کیا لوگ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالے محض اتنی ہی بات پر راضی ہو جاویگا کہ وہ کہدیں کہ ہم ایمان لائے۔ اور وہ آزمائے نہ جاویں۔

ایسے لوگ جو اتنی بات پر اپنی کامیابی سمجھتے ہیں وہ یاد رکھیں انہیں کیلئے دوسری جگہ آیا ہے وما ھم بمؤمنین۔ اور ایسا ہی ایک جگہ فرمایا لا تقولوا امنا ولکن قولوا اسلمنا۔ یعنے تم یہ نہ کہو کہ ایماندار ہو گئے بلکہ یہ کہو کہ ہم نے مقابلہ چھوڑ دیا ہے اور اطاعت اختیار کر لی ہے بہت سے لوگ اس قسم کے ہوتے ہیں کامل ایماندار بننے کیلئے مجاہدات کی ضرورت ہے اور مختلف ابتلاؤں اور امتحانوں سے ہو کر نکلنا پڑتا ہے۔

گویند سنگ لعل شود در مقام صبر
آرے شود و لیک بخون جگر شود

منشی نظیر حسین صاحب نے سوال کیا کہ میں فوٹو کے ذریعہ تصویریں اتارا کرتا تھا اور دل میں ڈرتا تھا کہ کہیں یہ خلاف شرع نہ ہو لیکن جناب کی تصویر دیکھکر یہ وہم جاتا رہا فرمایا انما الاعمال بالنیات ہم نے اپنی تصویر محض اس لحاظ سے اتروائی تھی کیونکہ یورپ کو تبلیغ کرتے وقت ساتھ تصویر بھیجدیں کیونکہ ان لوگوں کا عام مذاق اسی قسم کا ہو گیا ہے کہ وہ جس چیز کا ذکر کرتے ہیں ساتھ ہی اسکی تصویر دیتے ہیں جس سے وہ قیافہ کی مدد سے بہت سے صحیح نتائج نکال لیتے ہیں۔ مولوی لوگ جو میری تصویر پر اعتراض کرتے ہیں وہ خود اپنے پاس روپیہ پیسہ کیوں رکھتے ہیں کیا ان پر تصویریں نہیں ہوتی ہیں؟

اسلام ایک وسیع مذہب ہے اس میں اسلام کا مدار نیات پر رکھتا ہے بدر کی لڑائی میں ایک شخص میدان جنگ میں نکلا جو اترا کر چلتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو یہ چال بہت بری ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے لا تمش فی الارض مرحا مگر اسوقت یہ چال خدا تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہے کیونکہ یہ اوسکی راہ میں اپنی جان تک نثار کرتا ہے اور اسکی نیت اعلیٰ درجہ کی ہے۔ غرض اگر نیت کا لحاظ نہ رکھا جاوے تو بہت مشکل پڑتی ہے۔ اسیطرح ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکا تہ بند نیچے لٹکتا ہے وہ دوزخ میں جاویگا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ سنکر رو پڑے کیونکہ ان کا تہ بند بھی ویسا تھا آپ نے فرمایا کہ تو ان میں سے نہیں ہے۔ غرض نیت کو بہت بڑا دخل ہے اور حفظ مراتب ضروری شئے ہے۔

منشی نظیر حسین صاحب۔ میں خود تصویر کشی کرتا ہوں اس کے لئے کیا حکم ہے۔

فرمایا۔ اگر کفر اور بت پرستی کو مدد نہیں دیتے تو جائز ہے۔ آجکل نقوش و قیافہ کا علم بہت بڑا ہوا ہے

باوجود اس کے کہ انسان اپنے نفس کے اندر اختیار اور قدرت کا ایک مادہ پاتا ہے مگر یہ بھی وہ الٰہی قدرت کے تصرفات سے باہر نہیں ہے اور اسے ہر وقت اس بات کی ضرورت ہے کہ تمام قوتوں اور قدرتوں کا سرچشمہ جو اللہ کریم کی ذات ہے وہ اوس سے قوت طلب کرے اس طلب کرنے میں ہی اسے خدا تعالے کے فضل کی خاص ضرورت ہے بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں کہ انسان ایک ضرورت کو محسوس کرتا ہے جانتا ہے کہ اوس کے لئے دعا کرنی چاہیے لیکن باوجود اس علم اور قدرت کے وہ دعا نہیں کرتا اور اسے اس کے لئے انشراح صدر حاصل نہیں ہوتا بعض لوگ اس باریک سر اور تصرفات الٰہی کو مد نظر نہ رکھکر دعا پر اعتراض کرتے ہیں ان کے ایسے اعتراضات پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر دعا اپنے اختیار میں ہوتی تو انسان جو چاہتا کر لیتا اسی لئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ فلاں دوست یا رشتہ دار کے حق میں ضرور فلاں بات ہو ہی جاویگی بعض وقت باوجود سخت ضرورت محسوس کرنے کے دعا نہیں ہوتی اور دل سخت ہو جاتا ہے چونکہ اس کے سر سے لوگ واقف نہیں ہوتے اسلئے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اس پر ایک شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر جف القلم والی دقیق مسئلہ تقدیر جس رنگ میں سمجھا گیا ہے کہ بات ٹھیک ہے۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ خط کے علم میں سب کچھ ضرور ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدا تعالے اس بات پر قادر نہیں ہے کہ فلاں کام ضروری کر دیوے اگر ان لوگوں کا یہی اعتقاد ہے کہ جو کچھ ہوتا تھا وہ سب کچھ ہو چکا اور ہماری محنت اور کوشش بیہودہ ہے تو دوسرے وقت علاج کیطرف کیوں رجوع کرتے ہیں۔ پیاس کیلئے ٹھنڈا پانی کیوں پیتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ انسان کے تردد پر ہی کچھ نہ کچھ نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔ دعا عمدہ شئے ہے اگر توفیق ہو تو ذریعہ مغفرت کا ہو جاتی ہے اور اسی کے ذریعے رفتہ رفتہ خدا تعالے مہربان ہو جاتا ہے۔ دعا کے نہ کرنے سے اول زنگ دل پر چڑھتا ہے۔ پھر قساوت پیدا ہوتی ہے۔ پھر خدا سے اجنبیت۔ پھر عداوت پھر نتیجہ سلب ایمان ہوتا ہے۔

سخت دل ہر ایک فاسق سے بدتر ہوتا ہے اور وہ خدا سے ابعد ہوتا ہے جو نیکی کی راہ اختیار کرتا ہے وہ بلا غمی دیکھنے کو مرتا نہیں

ہماری خواہش یہ ہے کہ الٰہی تجلیات ظاہر ہوں جیسے کہ موسیٰ نے رب ارنی کہا تھا ورنہ ہمیں تو بہشت کی ضرورت ہے اور نہ کسی اور شئے کی

ایک رئیس کا یہ خیال سنکر کہ مسلمانوں کا عقیدہ کہ دعا سے مشکل حل ہوتی ہے انکو بہت ہی کمزور کرنیوالا ہے آپ نے فرمایا کہ جو دعا سے منکر ہے وہ خدا سے منکر ہے۔ صرف ایک دعا ہی ذریعہ خدا شناسی کا ہے اور اب وقت آگیا ہے کہ اسکی ذات کو طوعاً و کرہاً ماننا جاوے۔ اصل میں ہر جگہ دہریت ہے آجکل کی محفلوں کا یہ حال ہے کہ دعا۔ توکل اور انشاء اللہ کہنے پر تمسخر کرتے ہیں ان باتوں کو بیوقوفی کہا جاتا ہے۔ ورنہ اگر خدا سے انکو ذرا بھی انس ہوتا تو اس کے نام سے کیوں چڑتے جسکو جس سے محبت ہوتی ہے وہ پھر پھیر کے کسی نہ کسی طرح سے محبوب کا نام لے ہی لیتا ہے اگر ان کے نزدیک خدا کوئی شئے ہے تو اب موت کا دروازہ کہلاتی ہے ہے فوراً تو بہ کر کے خود کیا دین۔ تعجب ہے کہ میں جسقدر اس کے وجود پر امید ہیں ہیں اسی قدر وہ دوسر اگر وہ اسی سے ناامید ہے اصل میں خدا کے انس کی ضرورت ہے اگر وہ دل کے قفل کو کھولے تو اور کون کھول سکتا ہے اگر وہ چاہے تو ایک سمجھ کو عقل دیسکتا ہے کہ اسکی باتوں کو سمجھ لیوے اور اوسکو محروم رکھ سکتا ہے

طاعون کو سب و شتم کرنا منع ہے کیونکہ وہ تو مامور ہے ہاں خدا سے صلح کرنی چاہیئے کہ وہ اسے ہٹا لیوے۔

شام کیوقت جب مجلس منعقد ہوئی تو منی پور آسام سے ایک ڈاکٹر صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نیاز حاصل کی۔ ڈاکٹر صاحب پہلے ہندو تھے عرصہ چھ برس ہوا ہے مشرف باسلام ہیں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بیچ جان نثار ہیں۔ منی پور آسام میں آپ ہمارے بھائی احمدی حضرت مولوی غلام امام صاحب عزیز الواعظین کے ہمراہ رہتے ہیں ڈاکٹر صاحب بیان فرماتے ہیں کہ میں ملک بنگال وغیرہ کی طرف جہاں جہاں میں رہا ہوں مولوی صاحب جیسا خوشخصال اور فرخندہ حال اور پاکیزہ آدمی نہیں دیکھا۔

۲۔ آج دنکو مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز کی طبیعت علیل ہو گئی اور درد سر اور بخار کے عوارض کو دیکھکر مولوی صاحب کو شبہ گذرا کہ شاید طاعون کے آثار ہیں جب اس بات کی خبر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہوئی تو آپ فوراً مولوی صاحب کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے دار میں ہو کر اگر آپ کو طاعون ہو تو پھر انی احافظ کل من فی الدار کی الہام اور یہ سب کاروبار گویا عبث ٹھیرا۔ آپ نے نبض دیکھکر انکو یقین دلایا کہ ہرگز بخار نہیں ہے پھر تھرمامیٹر لگا کر دکھایا کہ بارہ اس حد تک نہیں ہے کہ جس سے بخار کا شبہ ہو۔ اور فرمایا کہ میرا تو خدا کی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسے اسکی کتابوں پر ہے۔

۳۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ان دنوں لوگوں کو اور بعض جماعت کے آدمیوں کو بھی طرح طرح کے شکوک و شبہات پیش آ رہے ہیں اسلئے میرا ارادہ ہے کہ ایک رسالہ لکھکر اصل حقیقت بیعت اور الہامات سے اطلاع دیجاوے کہ جس سے لوگوں کو معلوم ہو کہ بعض لوگ بیعت میں داخل ہو کر کیوں طاعون سے مرتے ہیں

۴۔ فرمایا کہ ان دنوں ایک دفعہ میری بغل میں ایک گلٹی نکل آئی میں نے اسے مخاطب ہو کر کہا کہ تو کون ہے جو مجھے ضرر دے سکے اور خدا کے وعدے کو ٹال سکے تھوڑے عرصہ میں وہ خود بخود ہی بیٹھ گئی +

مسیح موعود کی تعلیم

(گزشتہ سے آگے)

اگرچہ شرعی طور پر اُن پر کچھ ثابت نہ ہو لیکن ہر کارروائی کے لیے اسی قدر کافی تھا کہ مخفی طور پر اُن کی نسبت شکایت ہوئی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اگر وہ راست بازی میں ایک روشن نمونہ دکھلاتے تو ممکن نہ تھا کہ کوئی شخص انکو حق میں بول سکتا۔ میں یہ بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ درحقیقت اُن لوگوں میں سے نہ تھے جنھوں نے راست بازی کی تلاش میں ہماری ہمسایگی اختیار کی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ایک کھیت جو محنت سے طیار کیا جاتا اور پکایا جاتا ہے اسکے ساتھ خراب بوٹیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں جو کاٹنے اور جلانے کے لائق ہوتی ہیں۔ ایسا ہی قانون قدرت چلا آیا ہے جس سے ہماری جماعت باہر نہیں ہو سکتی اور میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ جو حقیقی طور پر میری جماعت میں داخل ہیں اُن کے دل خدا تعالیٰ نے ایسے رکھے ہیں کہ وہ طبعاً بدی سے متنفر اور نیکی سے پیار کرتے ہیں اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ وہ اپنی زندگی کا بہت اچھا نمونہ دنیا پر ظاہر کرینگے۔

یاد رہے کہ یہ اشتہار محض اس غرض سے شائع کیا جاتا ہے کہ تا میری جماعت خدا کے آسمانی نشانوں کو دیکھکر ایمان اور نیک عملوں میں ترقی کرے اور تا انکو معلوم ہو کہ وہ ایک صادق کا دامن پکڑ رہے ہیں نہ کاذب کا۔ اور تا وہ راست بازی کے تمام کاموں میں آگے بڑھیں اور اُن کا پاک نمونہ دنیا میں چمکے۔ ان دنوں میں وہ چاروں طرف سے سُن رہے ہیں کہ ہر ایک طرف مجھ پر حملے ہوتے ہیں اور نہایت اصرار سے مجھکو کافر اور دجال اور کذاب کہا جاتا ہے اور قتل کرنے کے لیے فتوے لکھے جاتے ہیں۔ پس ان کو چاہیے کہ صبر کریں اور گالیوں کا گالیوں کے ساتھ ہرگز جواب نہ دیں اور اپنا نمونہ اچھا دکھاویں کیونکہ اگر وہ بھی ایسی ہی درندگی ظاہر کریں جیسا کہ اُن کے مقابل پر کی جاتی ہے تو پھر اُن میں اور دوسروں میں کیا فرق ہے۔ اس لیے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ ہرگز اپنا اجر پا نہیں سکتے جب تک صبر اور تقوے اور عفو اور درگذر کی خصلت سب سے زیادہ اُن میں نہ پائی جاوے۔ اگر مجھے گالیاں دی جاتی ہیں تو کیا یہ نئی بات ہے؟ کیا اس سے پہلے خدا کے پاک نبیوں کو ایسا ہی نہیں کہا گیا؟ اگر مجھ پر بہتان لگائے جاتے ہیں تو کیا اس سے پہلے خدا کے رسولوں اور بہت بزرگوں پر الزام نہیں لگائے گئے؟ کیا حضرت موسیٰ پر یہ اعتراض نہیں ہوئے کہ اُنہوں نے دھوکا دیکر ناحق مصریوں کا مال کھایا اور جھوٹ بولا کہ ہم عبادت کے لیے جاتے ہیں اور جلد واپس آئیں گے اور عہد توڑا اور کئی شیر خوار بچوں کو قتل کیا۔ اور کیا حضرت داؤد کی نسبت نہیں کہا گیا کہ اس نے ایک بیگانہ عورت سے بدکاری کی اور فریب سے اوریا نام ایک سپہ سالار کو قتل کرایا۔ اور بیت المال میں ناجائز دست اندازی کی؟ اور کیا ہارون کی نسبت یہ اعتراض نہیں کیا گیا کہ اس نے گوسالہ پرستی کرائی؟ اور کیا یہودی اب تک نہیں کہتے کہ یسوع مسیح نے دعویٰ کیا تھا کہ میں داؤد کا تخت قائم کرنے آیا ہوں اور یسوع کے اس لفظ سے بجز اس کے کیا مراد تھی کہ اس نے اپنے بادشاہ ہونے کی پیشگوئی کی تھی جو پوری نہ ہوئی؟ اور کیونکر ممکن ہے کہ صادق کی پیشگوئی جھوٹی نکلے۔ یہودی یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ مسیح نے کہا تھا کہ ابھی بعض لوگ زندہ موجود ہوں گے کہ میں واپس آؤں گا۔ مگر یہ پیشگوئی بھی جھوٹی نکلی اور وہ اب تک واپس نہ آیا۔ ایسا ہی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض امور پر جاہلوں کے اعتراض ہیں جیسا کہ حدیبیہ کے واقعہ پر بعض نادان مرتد ہو گئے تھے اور کیا اب تک یادریوں اور آریوں کی قلموں سے وہ تمام جھوٹے الزام ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت شائع نہیں ہوتے جو مجھ پر لگائے جاتے ہیں۔ غرض مخالفوں کا کوئی بھی مجھ پر ایسا اعتراض نہیں جو مجھ سے پہلے خدا کے پاک نبیوں پر نہیں کیا گیا اس لیے میں تمھیں کہتا ہوں کہ جب تم ایسی گالیاں اور ایسے اعتراض سنو تو غمگین مت ہو کیونکہ تم سے اور مجھ سے پہلے خدا کے پاک نبیوں کی نسبت یہی لفظ بولے گئے ہیں۔ سو ضرور تھا کہ خدا کی وہ تمام سنتیں اور عادتیں جو نبیوں کی نسبت وقوع میں آچکی ہیں ہم میں بھی پوری ہوں۔ ہاں یہ درست بات ہے اور یہ ہمارا حق ہے کہ جو خدا نے ہمیں عطا کیا ہے جبکہ ہم دکھ دیے جائیں اور ستائے جائیں اور ہمارا صدق لوگوں پر مشتبہ ہو جائے اور ہماری راہ کے آگے صدہا اعتراضات کے پتھر پڑ جائیں تو ہم اپنے خدا کے آگے روئیں اور اسکی جناب میں تضرعات کریں اور اُسکے نام کی زمین پر تقدیس چاہیں اور اُس سے کوئی ایسا نشان مانگیں جسکی طرف حق پسندوں کی گردنیں جھک جائیں۔ سو اسی بنا پر یہ دعا کی ہے۔ مجھے بارہا خدا تعالیٰ مخاطب کرکے فرما چکا ہے کہ جب تو دعا کرے تو میں تیری سنوں گا۔ سو میں نوح نبی کی طرح دونوں ہاتھ پھیلاتا ہوں اور کہتا ہوں رب انی مغلوب مگر بغیر فانتصر کے۔ اور میری روح دیکھ رہی ہے کہ خدا میری سنے گا اور میرے لیے ضرور کوئی ایسا رحمت اور امن کا نشان ظاہر کر دے گا کہ جو میری سچائی پر گواہ ہو جائے گا۔

میں اس وقت کسی دوسرے کو مقابلہ کے لیے نہیں بلاتا اور نہ کسی شخص کے ظلم اور جور کا جناب الٰہی میں اپیل کرتا ہوں بلکہ جیسا کہ میں تمام اُن لوگوں کے لیے بھیجا گیا ہوں جو زمین پر رہتے ہیں خواہ وہ ایشیا کے رہنے والے ہیں اور خواہ یورپ کے اور خواہ امریکہ کے ایسا ہی میں عام اغراض کی بنا پر بغیر اسکے کہ زید یا بکر کا میرے دل میں تصور ہو خدا تعالیٰ سے ایک آسمانی شہادت چاہتا ہوں جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو اور یہ فقط دعائیہ اشتہار ہے جو خدا تعالیٰ کی شہادت طلب کرنے کے لیے میں لکھتا ہوں۔ اور میں جانتا ہوں کہ اگر میں اُس کی نظر میں صادق نہیں ہوں تو اس تین برس کے عرصہ تک جو سنہ ۱۹۰۲ء تک ختم ہوں گے ایک ادنیٰ قسم کا نشان ظاہر نہیں ہو گا اور اس طرح پر میرا کذب ظاہر ہو جائے گا اور لوگ میرے ہاتھ سے مخلصی پا جائیں گے اور اگر اس مدت تک میرا صدق ظاہر ہو جائے جیسا کہ مجھے یقین ہے تو بہت سے پردے جو دلوں پر ہیں اُٹھ جائیں گے۔

میری یہ دعا بدعت نہیں ہے بلکہ ایسی دعا کرنا اسلام کی عبادات میں سے ہے جو نمازوں میں ہمیشہ پنجوقت مانگی جاتی ہے کیونکہ ہم نماز میں یہ دعا کرتے ہیں کہ **اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم** اس سے یہی مطلب ہے کہ خدا سے ہم اپنے ترقی ایمان اور بنی نوع کی بھلائی کے لیے **چار قسم کے نشان** چار کمال کے رنگ میں چاہتے ہیں نبیوں کا کمال۔ صدیقوں کا کمال۔ شہیدوں کا کمال۔ صلحاء کا کمال۔ سو نبی کا خاص کمال یہ ہے کہ خدا سے ایسا علم غیب پاوے جو بطور نشان کے ہو اور صدیق کا کمال یہ ہے کہ صدق کے خزانہ پر ایسے کامل طور پر قبضہ کرے یعنی ایسے اکمل طور پر کتاب اللہ کی سچائیاں اسکو معلوم ہو جائیں کہ وہ بوجہ خارق عادت ہونے کے نشان کی صورت پر ہوں اور اس صدیق کے صدق پر گواہی دیں۔ اور شہید کا کمال یہ ہے کہ مصیبتوں اور دکھوں اور ابتلاؤں کے وقت میں ایسی قوت ایمانی اور قوت اخلاقی اور ثابت قدمی دکھلاوے کہ جو خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان کے ہو جائے اور مرد صالح کا کمال یہ ہے کہ ایسا ہر ایک قسم کے فساد سے دور ہو جائے اور مجسم صلاح بن جائے کہ وہ کامل صلاحیت اسکی خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان مانی جائے۔ سو یہ چاروں قسم کے کمال جو ہم پانچوقت خدا تعالیٰ سے نماز میں مانگتے ہیں۔ یہ دوسرے لفظوں میں ہم خدا تعالیٰ سے آسمانی نشان طلب کرتے ہیں اور جس میں یہ طلب نہیں اُس میں ایمان بھی نہیں۔ ہماری نماز کی حقیقت یہی طلب ہے جو ہم چار رنگوں میں پنجوقت خدا تعالیٰ سے چار نشان مانگتے ہیں اور اس طرح پر زمین پر خدا تعالیٰ کی تقدیس چاہتے ہیں تا ہماری زندگی انکار اور شک اور غفلت کی زندگی ہو کر زمین کو پلید نہ کرے اور ہر ایک شخص خدا تعالیٰ کی تقدیس تبھی کر سکتا ہے کہ جب وہ یہ چار قسم کے نشان خدا تعالیٰ سے مانگتا ہے۔

حضرت مسیح نے بھی مختصر لفظوں میں یہی سکھلایا تھا دیکھو متی باب ۶ آیۃ ۹ پس تم اسی طرح دعا مانگو کہ اے ہمارے باپ جو آسمان پر ہے تیرے نام کی تقدیس ہو۔

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہو سکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھیراوے اگر میرا ایک بھائی میرے سامنے باوجود اپنے ضعف اور بیماری کے زمین پر سوتا ہے اور میں باوجود اپنی صحت اور تندرستی کے چارپائی پر قبضہ کرتا ہوں تا وہ اُس پر بیٹھ نہ جاوے تو میری حالت پر افسوس ہے اگر میں نہ اُٹھوں اور محبت اور ہمدردی کی راہ سے اپنی چارپائی اُسکو نہ دوں اور اپنے لیے فرش زمین پسند نہ کروں اگر میرا بھائی بیمار ہے اور کسی درد سے لاچار ہے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں اُسکے مقابل پر امن سے سو رہوں اور اُسکے لیے جہاں تک میرے بس میں ہے آرام رسانی کی تدبیر نہ کروں اور اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کچھ سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں بھی دیدہ و دانستہ اُس سے سختی سے پیش آؤں بلکہ مجھے چاہیے کہ میں اُسکی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اُسکے لیے رو رو کر دعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور پر بیمار ہے۔ اگر میرا بھائی سادہ ہو یا کم علم یا سادگی سے کوئی خطا اُس سے سرزد ہو تو مجھے نہیں چاہیے کہ میں اُس سے ٹھٹھا کروں یا چیں بر جبیں ہو کر تیزی دکھاؤں یا بدنیتی سے اُسکی عیب گیری کروں کہ یہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں کوئی سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک اُس کا دل نرم نہ ہو جب تک وہ اپنے تئیں ہر ایک سے ذلیل نہ سمجھے اور ساری مشیختیں دور نہ ہو جائیں۔ خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے اور غریبوں سے نرم ہو کر اور جھک کر بات کرنا مقبول الٰہی ہونے کی علامت ہے اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غصہ کو کھا لینا اور تلخ بات کو پی لینا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ باتیں ہماری جماعت کے بعض لوگوں میں نہیں بلکہ بعض میں ایسی بے تہذیبی ہے کہ اگر ایک بھائی ضد سے اسکی چارپائی پر بیٹھا ہے تو وہ سختی سے اُسکو اُٹھانا چاہتا ہے اور اگر نہیں اُٹھتا تو چارپائی کو اُلٹا دیتا ہے اور اسکو نیچے گرا دیتا ہے ✱ پھر دوسرا بھی فرق نہیں کرتا۔ (باقی ہے)

✱ یہ باتیں ہم بطریق نصیحت اپنی عزیز جماعت کے لیے بطور نصیحت کے کہتے ہیں دوسرا کوئی مجاز نہیں کہ کسی کا نام لیکر اُن کا تذکرہ کرے ورنہ وہ سب سے ہو کر گناہ اور فتنہ کی راہ اختیار کرے گا۔ منہ

خطبہ

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

ایڈیٹر کے اپنے الفاظ میں

پھر یہ بہت بڑا مسئلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے متعلق تھا۔ ان لوگوں کا تو ذکر ہی چھوڑ دو جو سرے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ہی کے قائل نہ تھے میں ان لوگوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے قائل ہیں۔ انہی میں سے ایک گروہ تو ایسا نکلا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور سنت پر خود ایزاد کر لیا اور اپنی ایک جدید شریعت قائم کر لی گو زبان سے نہیں مگر عمل سے خود قسم قسم کے وظائف اور اوراد و سیفیاں اور کیا کیا کچھ بنالئے ان میں یہاں تک منہمک ہوئے کہ وہ اصل شریعت پس پشت ڈالی گئی۔ عبادت کا طریقہ ہی نئے انہوں نے ایجاد کر لئے گو اور یہ نوبت تسبیح کی یہاں تک پہنچی کہ ایک نئی شریعت نظر آرہی ہے جو میری اس بات کو مبالغہ اور خیالی سمجھتا ہے اسے چاہیئے کہ سجادہ نشینوں اور گدی نشینوں اور دوسری قسم کے فقراء کے تکیوں کو دیکھے کہ ان کے معمول کیا ہیں۔ پھر ان لوگوں میں جو علماء کہلاتے ہیں ان کو باہمی اختلاف پر نظر کرکے اور بھی حیرت ہوتی ہے اور اصل شریعت کا پتہ لگانا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔

ان باتوں کو چھوڑ کر ایک اور عظیم الشان غلطی کو پا اور اس کا نام کچھ اور رکھو جیسا ہی تھی وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے متعلق وہ لوگ جو آپ کو باوجودیکہ سچا نبی مانتے ہیں یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ آپ معاذ اللہ مرگئے ہیں اور مردہ رسول ہیں اگر مونہہ سے نہیں کہتے تو عمل سے بتاتے تھے کہ آپ مرگئے ہیں بلکہ میں سچ کہتا ہوں اور یہ الفاظ کہنے سے بھی میرے دل کو رنج ہوتا ہے کہ وہ آپ کو عملی طور پر معاذ اللہ ایسا ہی مانتے تھے۔ کیونکہ کہتے ہیں کہ آپ کے فیوض و برکات کا سلسلہ آپ ہی پر ختم ہو گیا اور آئندہ کوئی نبوت کا فیض پانے والا آپ کی تعلیم سے مزکی اور مطہر ہو نہیں سکتا۔ یہ کیسی رذیل اور ظلم کی بات ہے کہ وہ ہادی کامل اور کامل انسان جو دنیا کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا جس کو ارشاد ہوا

قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔

وہ نبی جس کی نبوت کا دامن قیامت تک دراز ہو اس کے اعجاز و خوارق ایک محدود زمانہ تک آکر ختم ہوگئے۔ اور یہ سلسلہ آئندہ کے لئے بند ہو گیا کیا کوئی عقل سلیم اس بات کو تسلیم کرے گی اور اسے ماننے پر طیار ہو جائے گی۔

کوئی شخص ثبوت نہیں دیتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو اس معیار پر ثابت کرے حضرت عیسیٰ کو تو آسمان پر زندہ تسلیم کیا جاتا ہے اور اسطرح پر آپ کی زندگی اور نبوت پر خط تنسیخ پھیر دیا جاتا ہے اور پھر کہا جاتا ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے قائل ہیں کوئی انصاف سے کہے کہ جب حضرت مسیح کا یہ قول ہو مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

اور ابھی تک وہ زندہ ہی ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کیونکر ثابت ہو سکتی ہے جبتک حضرت عیسیٰ کی زندگی کا خاتمہ نہ ہو اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت نہایت مشکوک نظر آتا ہے۔ مگر خدا کی غیرت نے اس کا وہ انسان ہو جس نے اس امر کو ظاہر کر دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے روشن اور بیّن دلائل دنیا کے سامنے رکھدیئے۔ اور ثابت کر دکھایا کہ آپ زندہ نبی ہیں۔

جس طرح آپ کے وجود سے اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت ملا۔ اسی طرح آپ کے وجود سے سلسلہ نبوت کی گواہی ملی اور خود آپ کی ذات پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت کامل ٹھیری۔ آپ نے اپنے ذاتی تجربہ اور وجود سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آپ کی کامل تعلیم کا نمونہ یہ ہو سکتا ہے اور اس تعلیم پر عمل کرنے سے یہ ثمرات اور نتائج ملتے ہیں حقیقت میں اس زمانہ کے لوگوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت کے تسلیم کرنے کے لئے کیا حجت اور دلیل ہو سکتی تھی اگر یہ نہ ہوتا نری دلیل بازی اور منطقی ڈھکوسلے اس کیلئے کافی نہیں کیونکہ دوسرے مذاہب بالمقابل ویسے ہی بلکہ بعض مطالب بہت سی دلائل منطقی پیش کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں۔ پھر کیا گذشتہ معجزات اور خوارق کوئی اثر پیدا کر سکتے تھے؟ کبھی نہیں کیونکہ دوسرے لوگ ہندو اور عیسائی بھی اس امر میں پیچھے نہیں رہے ہوئے۔ ان کے ہاں بھی بہت سے معجزات اور خوارق کی داستانیں اور قصے موجود ہیں اگر صرف روایت پر مدار رکھنا ہے تو بتاؤ کہ ان کے رد کرنے کی دلیل کیا ہے؟

مگر نہیں یہ خدا کی حجت ہے کہ آج یہ رسالت محمدیہ علیہ التحیۃ والتسلیم کے لئے داستانوں اور کہانیوں پر انحصار نہیں کیا اس نے تازہ بتازہ نشان اور آیات خدا تعالیٰ کی نصرت کے دنیا کے سامنے پیش کئے اور یہ قرار دیا کہ جو آیات اب دکھا رہا ہوں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کامل سے ملتے ہیں۔ اور اسطرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی اور اسلام کو بول بالا کیا۔

کیا اس سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت اسلام کی سچائی۔ قرآن کریم کی سچائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کا ہو سکتا تھا اور اس تعلیم کے ثمرات اور نتائج کا زندہ نمونہ پیش کر دیا اور دوسرے تمام مذاہب ملل کے پیروؤں کو جو اس وقت موجود ہیں چیلنج کیا کہ اگر تم میں اپنی تعلیم کی سچائی اور خوبی کا کوئی ثبوت ہے تو اس کے ثمرات اور نتائج کو پیش کرو تاکہ دنیا پر کھل جاوے کہ کسی مذہب کے اختیار کرنے سے یہ نتائج حسنہ پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور وہ نتائج اور ثمرات آئندہ زندگی کے وعدوں اور سہاروں پر گراہوں اور کل اس کے مقابل نہیں آتا۔ کاش اگر مسلمانوں کو اس عشق اور محبت کی کیفیت پر اطلاع ہوتی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کے دل میں ہے اور جس کے لئے وہ ستایا جاتا ہے تو آج اس کے خاک پا کو سرمہ دانیوں میں ڈال کر دو در رہا میں ملے جاتے۔

جب ہم اس غیرت اور جوش پر نظر کرتے ہیں جو وہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رکھتا ہے اور اس کی اس تڑپ اور اضطراب کو دیکھتے ہیں جو اسلام کے غیروں کے حملوں سے متاثر ہو کر اس کے دل میں ہے اور جو اپنے عمل سے دکھا رہا ہے اور پھر اس کے مقابل قوم کے سلوک پر خیال کرتے ہیں تو جگر خون ہو جاتا ہے کہ کیا یہ انسان اس قابل تھا کہ اس کو گالیاں دی جاتیں ہر طرح اس کو ستانے کے منصوبے کئے جاتے اس کی راہ میں سانپ اور بچھو چھوڑے جاتے اور چھریاں اٹھائے جاتے! اور پھر کس گناہ پر؟ صرف یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق صادق اور خادم ہے اور اس غلامی پر ناز اور فخر کرتا اور اپنی ساری کوشش اور ہمت اس لئے صرف کر رہا ہے کہ دنیا کو منوا دے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نبی ہیں۔

ناقدر شناس قوم! خدا سے ڈر۔ تو نے کس پر ہتھیار اٹھا رکھے ہیں ذرا سن رکھ وہ کیا کہتا ہے۔

اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر
از باغبان بترس کہ من شاخ مثمرم

ناعاقبت اندیش قوم! بستان احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نہر میں جان ہزار دوستان کی ہے تو حملہ کرتی ہے دیکھ اس کا انجام اچھا نہیں ہے میں پھر کہتا ہوں کہ اس کے مخالفت کرنے والو! تم تو سہی کہ کیا اس امر پر کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ ثابت کرتا ہے اس کے ساتھ یہ سلوک ہونا چاہیئے تھا۔

کیا مسیح کی موت سے اسکی جائداد پر کوئی زد پڑتی تھی نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم اور سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کی عزت و جلال کے لئے ضروری تھا کہ وہ ابن مریم جو خدا کے عرش پر بٹھا دیا گیا ہے مارا جاتا کہ اس کی موت اسلام کی زندگی ہے۔ اگر تم اسلام کی زندگی سے خوش نہیں ہو سکتے تو تم جانو۔

اب مریم اور دنیا کے عقلمند اور آئندہ نسلیں اسکی زندگی کی قائل نہیں رہ سکتیں اور اسکی موت اور اسلام کے احیاء کا فخر اسی پہلوان کو ہے (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پس سچ کہتا ہوں کہ کتنی منت ہے اسکی مسلمانوں کی گردن پر کیونکہ اس نے زندہ خدا زندہ رسول اور زندہ کتاب ثابت کرکے دکھا دی پس مبارکی ہو اس کو جو اسے مسیح کر کے کامیاب ہو گیا۔

اس کے بعد قرآن شریف کا سوال تھا مسلمان اس کو ایک کتاب مانتے تھے بالکل اسی رنگ اور حیثیت کی کتاب جیسے توریت انجیل اور وید پیجان کو ماننے والے مانتے ہیں۔ عام مسلمان۔ صوفی۔ متکلمین اس زمانہ میں اس کتاب اور دوسری کتابوں میں کوئی فرق نہیں بتاسکتے تھے اور کوئی امتیاز اس اور دوسری کتابوں میں نہیں دکھا سکتے تھے نری تقریروں اور لفاظیوں میں ہر ایک شخص اور ایک اہل مذہب اپنی اپنی کتاب کے لئے بہت کچھ کہہ سکتے اور تقریریں کر سکتا تھا۔ مگر وہ عظمت اور شوکت جو کتاب اللہ کی ہوتی ہے اور ہونی چاہیئے کوئی ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ قرآن شریف کو دوسرے اہل ملل کی طرح اپنی تقریروں اور دلائل کا محتاج سمجھتے تھے اور خود قرآن کریم کو عقلی کتاب کا درجہ دیتے تھے لیکن اس خدا کے مسیح نے آکر یہ دکھایا کہ قرآن شریف ہمارے دلائل اور وکالت کا محتاج نہیں وہ ہر ایک امر میں خود ہی دعوے پیش کرتا ہے اور خود ہی اس دعوے کی دلیل پیش کرتا ہے وہ ہماری کسی تقریر یا دلیل کا محتاج نہیں وہ ہر ایک ناطق کلام ہے۔ اور پھر اس نے دکھایا کہ قرآن شریف میں عجیب برکت ہے کہ یہ زندہ کتاب ہے اور اس پر عمل کر کے خدا کی نصرت اور برکات حاصل ہو سکتی ہیں۔

(باقی آئندہ)

نکمیل اللہ [illegible]

مختصر نوٹ اور نکات

جو دل ایمان نماز اور نیک کاموں سے حظ نہیں اٹھاتا وہ اپنا علاج کرے کیونکہ وہ بیمار ہے جیسے بیمار کو عمدہ سے عمدہ اشیاء بھی اچھی نہیں لگتی ہیں اسیطرح یہ دل روحانی بیماریوں میں مبتلا ہے۔

قرآن کریم میں اب بھی ویسا ہی آب تاب ہے جو حضور علیہ السلام کے زمانہ میں تھا نہریں جاری ہیں اور جاری رہیں گی۔ ایک دلائل عقلیہ کی نہر دوسری آسمانی نشانوں کی نہر۔ لیکن عیسائیوں کی انجیل ان دونوں سے ہمیشہ بے نصیب اور خشک رہی ہے اور ویسا ہی وید کو بھی یہ مقام اور خصوصیت حاصل نہیں ہے ونعم ما قیل۔

کے پرستد ہندو راجز آنکہ نادانے بود
پس بگیر ید بروشان ہر کہ گریانے بود
آن خداوندے کہ نامش ہست رب ہر دو جہان
ہر کہ جوید آن خدا را او مسلمانے بود

انجیل کے ماننے والے کہتے ہیں گناہ کی مزدوری موت ہے لیکن اس پر ہمیں تعجب ہوتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ یسوع کی خدائی کا اعتراف کرنیوالے اور اپنے گناہوں کی گٹھڑی اس کی گردن پر رکھنے والے اسے ملعون قرار دیکر بھی مرتے ہیں معلوم نہیں یہ موت کس گناہ کا نتیجہ ہے؟ کیا عیسائی کوئی جواب دیسکتے ہیں؟۔

پٹھانکوٹ کے قیام پر ایکمرتبہ جبکہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ مقدمہ تھا ہم بیمار ہو گئے۔ تکلیف اور کرب بہت زیادہ تھا۔ ہمارے مخدوم و محسن حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نہایت شفقت اور ہمدردی کے ساتھ باوجود اپنی کمزوریوں کے خصوصیت سے تیمارداری کر رہے تھے اس وقت ہماری گھبراہٹ کو دیکھ کر فرمایا کہ دیکھو تمہیں اخلاق فاضلہ کا امتحان اور اور ایمان کی آزمائش کا اصل وقت یہی بیماری اور غصہ ہوتا ہے اس وقت سب حجاب اٹھ جاتے ہیں۔ اور اصل حقیقت کھل جاتی ہے۔ مومن متقی اور تکلیف میں گھبراتا نہیں قدم آگے بڑھاتا ہے میں جانتا ہوں کہ تمہیں تکلیف ہے لیکن اس کو اپنی اصلاح کا ذریعہ سمجھ کر خوشی کے ساتھ اسے برداشت کرنا چاہیئے"۔

حقیقت میں ایمان ایسی ہی حالتوں میں معرض امتحان میں آتا ہے اگر مصائب اور مشکلات ہمارے قدم کو آگے بڑھنے سے نہیں روک سکتے تو لاریب ہم خوش قسمت ہیں اور اگر قدم ڈگمگاتے ہیں تو ایمان خطرہ کی حالت میں ہے اللہ تعالیٰ اس سے بچائے۔ آمین

یہ بالکل سچی بات ہے کہ سچائی سچائی ہے گو ساری دنیا اس سے انکار کرے اور جھوٹ جھوٹ ہے گو ایک عالم اس کا مصدق اور معترف ہو۔

مولانا مولوی عبد الکریم صاحب ایک روز فرماتے تھے کہ میں **امر ھم شوریٰ بینھم** پر غور کرتے کرتے صحابہ کی پاک سیرۃ پر سر چشمے تک جس سے مجھے نہ صرف ایک ذوق اور لطف ہی آیا بلکہ صحابہ کی عظمت کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور پاک فطرت کا بہت بڑا اثر ہوا جس نے ایسی پاک جماعت طیار کی کیونکہ دنیا میں اس قسم کے لوگ بہت ہی کم ہوتے ہیں جو اپنی کمزوریوں کو کسی سے سن کر صبر کر سکیں اور ان کی اصلاح کریں بلکہ اگر کسی کو کسی کی غلطی یا نقص سے آگاہ کیا جاوے تو وہ خطرناک طور پر مقابلہ کیلئے آمادہ ہو جاتا ہے لیکن **امر ھم شوریٰ بینھم** سے صحابہ کی پاک سیرۃ کا پتہ ملتا ہے کہ اگر ان کو کسی غلطی یا کمزوری پر مطلع کیا جاتا تو وہ نہایت ہی خوشی اور شکرگزاری سے اس کی بات کو سنتے۔ حقیقت میں نصیحت کرنیوالے احباب اصحاب کا میسر آنا بھی کوئی عام بات نہیں ہے بلکہ یہ بھی بڑی سعادت اور خوش قسمتی ہوتی ہے جو ایسا دوست میسر آوے۔ ایسے دوست بجز اس مجلس کے ملنے قریباً محال ہیں جو خدا تعالیٰ نے کھانو آگر قائم کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مامور اور مرسل پر ایمان لانا اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ انسان اپنی ابتدائی حالت میں اس لطیف در لطیف ذات اور نہاں در نہاں ہستی کو کامل شعور اور بصیرت سے شناخت نہیں کر سکتا اور یہ مامور و مرسل اللہ تعالیٰ کی ہستی کا زندہ اور بین ثبوت ہوتے ہیں اس لئے ان ماموروں کے وجود میں جو **خور دبین** کا حکم رکھتے ہیں خدا نظر آتا ہے یہی وجہ ہے جو خدا کے صادق بندہ اور برگزیدہ موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) فرماتے ہیں

آن خدائے کہ از و اہل جہان بیخبر اند
بر من او جلوہ نمود است گر اہلی بپذیر

انبیاء علیہم السلام کی تعلیم ایسی صاف اور سادی ہوتی ہے جو ہر طبقہ کے لوگ اعلیٰ اوسط ادنیٰ سب سمجھ سکتے ہیں عیسائیوں کی طرح رازکی باتیں اور گورکھ دہندے نہیں ہوتے جو کسی کی سمجھ ہی میں نہ آویں۔ مجھے ایک عیسائی سے پوچھا کہ کیا ہر ایک مذہب میں کوئی ستر بھی ہوتا ہے اس نے جواب دیا ہاں! پھر میں نے کہا کہ سب مذہب سچے ہیں تمہارے اعتراض فضول اور لغو ہیں اس لئے کہ تم جو اعتراض کرتے ہو اس مذہب کا ماننے والا اسکو ستر ہی مانتا ہے اس کا جواب کچھ نہ بن آیا۔
(ملفوظات حکیم الامت)

دنیا کی حالت مذہب اور خداشناسی کے لحاظ سے بہت ہی گری ہوئی ہے۔ ایک ڈاکٹر مسٹر کی رائے ہے کہ رقص میں ہر کس و ناکس کو بڑا ہی لطف حاصل ہوتا ہے اگر کوئی شخص کام کرتے کرتے تھک جاوے تو اسے چاہیئے کہ وہ ناچنے لگے اور جب طبیعت کسل مند ہو اس وقت بھی ناچنا چاہیئے کیونکہ ناچنا اس کا بہت بڑا علاج ہے۔

یہ تجویز تو ہے مادہ پرست انسان کی۔ جو حقیقی خوشحالی اور اطمینان قلب کو رقص کو ذریعہ حاصل کرتا ہے اس کے بالمقابل اسلام انسان کو کیا سکھاتا ہے وہ اطمینان قلب کیلئے کیا ہدایت کرتا ہے **الا بذکر اللہ تطمئن القلوب** غور کرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک اور عظیم الشان فطرت پر کہ وہ کس مقام پر پہنچا ہے!

اللھم صل علے محمد و علی آل محمد و بارک وسلم۔

مہذب دنیا پر سرسری نظر

چلو چھٹی ہوئی لنڈن میں ایک طریق جاری ہوا ہے جس کی وجہ سے گرجا میں جانیکی ضرورت ہی نہیں رہیگی **اسیکڑوفین** ایک ہی کل ایجاد ہو گئی ہے جس کی وجہ سے پادری صاحب کا وعظ گھر بیٹھے ہی سن لیا جایا کریگا۔ یورپ میں مذہب ایک کھیل سمجھا جاتا ہے اور محض قومیت کے رنگ میں مذہب مذہب سمجھا جاتا ہے ورنہ اسکی کوئی حقیقت اور اصلیت باقی نہیں رہی ہے اس سے اب گرجا جانے سے جو طبیعتیں پہلے ہی متنفر تھیں انہیں اچھا خاصہ موقعہ مل گیا وہ تو نہایت شوق سے **اسیکڑوفین** کے موجد کے شکریہ کے گیت گاتے ہیں اور کہتے ہیں۔

قصہ کوتاہ کرد ورنہ درد سر بسیار بود

عیسویت کے شراب سے گہرے عیسائیوں نے اپنی اس شور و پکار سے دنیا کے کان بہرے کر دیئے ہیں کہ عیسائیوں نے ہی دنیا میں تہذیب پھیلائی ہے ہم اس وقت ان منصف مزاج اور سعادت مند مضمون کا ذکر نہ کرینگے جنہوں نے نہایت فیاضی اور فراخدلی کے ساتھ تسلیم کر لیا ہے کہ **اہل عرب** سے انہوں نے کمالات شائستگی کو پایا۔ بلکہ اس وقت ہم ایک لطیفہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ لنڈن کے ایک مشہور اخبار **سپیکٹیٹر** میں کچھ عرصہ گذرتا ہے ایک آرٹیکل شائع ہوا ہے کہ دنیا میں تہذیب پھیلانے کا کام **دین عیسوی نے نہیں کیا بلکہ شراب نے کیا ہے** وہ لکھتا ہے کہ دین عیسوی کو بھی اس لئے فروغ ہوا ہے کہ اس میں مسیح کی یادگار کو قائم رکھنے کیلئے بھی شراب ہی کا سہارا لیا جاتا ہے اس اخبار نگار کو

بیشک انسانوں کو جو کچھ قابل و قعت چیزیں ملی ہیں وہ انہیں قوموں سے جو شراب پینے والی تھیں وہ کہتا ہے کہ شراب پینے والی قوموں نے نہ صرف دنیا کو فتح کیا بلکہ اسے با اخلاق بنا دیا یہودی شراب پینے والے تھے اور انہوں نے ہمیں مذہب دیا کر یونانی بھی شراب پیتے تھے اور انہوں نے ہمیں علم و ادب دیا۔ اور ہنر دیئے۔ قدیم **روما** والے پیتے تھے۔ اور انہوں نے ہمیں قانون دیا **نیٹوٹن** بہت زیادہ پیتے تھے اور انہوں نے آزادی کی زبردست خواہش دی" خاتمہ پر کہتا ہے وہ دو قومیں جنہوں نے شراب سے پرہیز کیا یعنی ہنود اور عرب انہوں نے کیا کیا؟!

اس آرٹیکل سے پتہ ملتا ہے کہ لنڈن کی اخلاقی حالت کس حد تک گر چکی ہے۔ عربوں نے کیا کیا ایک دنیا آگاہ اور واقف ہے **ام الجرائم** اور **ام الخبائث** کی دلدادہ قوموں کا کیا حال ہے سپیکٹیٹر سے پوشیدہ نہیں ہم اس وقت اس رائے کا اظہار سے ہماری صرف اتنی غرض ہے کہ دکھائیں کہ **یورپ عیسائیت کی کیا قدر کرتا ہے؟** اس کو قیام و بقا کا ذریعہ شراب بتاتا ہے اور شراب کو تہذیب کا سرچشمہ! ایسی مہذب قوم پر خدا رحم کرے۔

آریہ سماج پر مقدمہ آجکل دہلی میں جینی صاحبان اور آریہ سماجی صاحبان کے مقدمہ کا بڑا چرچا ہو رہا ہے۔ کیونکہ جو کتاب آریہ سماجیوں نے ستیارتھ پرکاش تصنیف کی ہے وہ جینی صاحبان کے مذہب کے بہت خلاف ہے اور اس وقت دہلی کے جینی صاحبان کو بڑا جوش بھر رہا ہے اور جوں جوں دن گزرتے جاتے ہیں وہ دن دونے ہوتے جاتے ہیں۔ جینی صاحبان نے عرصہ ہوا کئی ہزار روپیہ کا چندہ کر کے روپیہ جمع کر لیا اور گورنمنٹ پنجاب سے نالش کی منظوری بھی لے لی ہے اور اب دو تین صاحب وکیل پیروکار اس مقدمہ کیلئے اور تجویز کئے ہیں۔ چنانچہ روپیہ مختار صاحب کا نصف دیا گیا ہے اور امید ہے کہ اس ہفتہ میں مقدمہ عدالت میں دائر ہو جاویگا اور یہ مقدمہ بڑے زور کے ساتھ چلیگا۔ دیکھئے آخر عدالت میں کیا نکلتا ہے۔ ایک نامہ نگار لکھتے ہیں کہ سراوگی لوگ جوش میں بھرے ہیں کہ آریہ سماجیوں پر نالش فوجداری کی دائر کریں جنہوں نے سراوگیوں کے مذہب کے برخلاف یہ کتاب میں ستیارتھ تصنیف کی ہو اور کہا ہے کہ اس مقدمہ کی پیروی کیلئے کئی وکیل کئے ہیں جو عنقریب یہ دعویٰ دائر ہو جاویگا۔ چنانچہ یہ دعویٰ سراوگیوں کا بتاریخ ۲۹ مارچ سنہ ۱۹۰۵ء کو معرفت مسٹر کلارنس ڈگسپر بیرسٹر صاحب بیرسٹر ایٹ لا اور مسٹر راج ناتھ صاحب بیرسٹر ایٹ لا اور بابو گردہاری لال وکیل باجلاس جناب صاحب ڈپٹی کمشنر دہلی بنام پنڈت شیو برت شرما و پنڈت جمنا داس لالہ رام چند مالک مطبع پر دائر کیا گیا جو اسی روز عدالت سے پنڈت شیوبرت شرما اور لالہ رام چند مالک مطبع کے نام وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے اور پنڈت جمنا داس کے نام سمن جاری ہوا۔ اشتہار گنگا بیشی اور اس سے متعلق ہے